ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

جلد 21 شمارہ 01 اگست 2023ء - محرم الحرام 1445ھ

ماہنامہ
التبلیغ
راولپنڈی

جلد 21 شمارہ 01

اگست 2023ء - محرم الحرام 1445ھ

بشرفِ دعا
حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ
وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت
مفتی محمد یونس
مفتی محمد ناصر
مولانا طارق محمود

فی شمارہ.......... 50 روپے
سالانہ.......... 500 روپے

پبلشرز
محمد رضوان
سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط وکتابت کا پتہ
ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959
راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر
محمد شرجیل جاوید چوہدری
ایڈووکیٹ ہائی کورٹ
0323-5555686

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 400 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہوجانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17
عقب پٹرول پمپ وچڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان
فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5702840
www.idaraghufran.org
Email:idaraghufran@yahoo.com
www.facebook.com/Idara Ghufran

www.idaraghufran.org

ترتیب وتحریر

صفحہ

آئینۂ احوال..................ہمارا ملک آفتوں کی زَد میں کیوں؟.........مفتی محمد رضوان 3

درسِ قرآن (سورہ آلِ عمران: قسط 41)........متقیوں کی چند قرآنی صفات............ // // 11

درسِ حدیث.... برزخ وقبر کی حیات، اور جسم وروح کا تعلق (قسط 22)... // // 20

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

افادات وملفوظات..مفتی محمد رضوان 24

ہر کام دستور کے موافق کرنے کی قرآنی تعلیم..........................مولانا شعیب احمد 27

علم کے مینار:.. فقہ مالکی، منہج، تلامذہ، کتب، مختصر تعارف (آٹھواں حصہ)...مفتی غلام بلال 29

تذکرۂ اولیاء: ....عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ریاستی

گورنروں کی تقرری (قسط 8)..............................مولانا محمد ریحان 32

پیارے بچو!..................دوست کی پستول.................. // // 34

بزمِ خواتین...ملازمت اور تجارت میں خواتین کے اختیارات (چھٹا حصہ).......مفتی طلحہ مدثر 36

آپ کے دینی مسائل کا حل..............تکفیر بازی ومغالطاتِ

سلفی کا جائزہ (قسط 10)..ادارہ 43

کیا آپ جانتے ہیں؟..........................تکرارِ جنازہ وانتقالِ میت کی

تحقیق (قسط 13)..مفتی محمد رضوان 57

عبرت کدہ..........بنی اسرائیل اور جبلِ طور..........مولانا طارق محمود 61

طب وصحت..........''ذَرِیْرَۃٌ'' یعنی چرائتہ کے فوائد..........حکیم مفتی محمد ناصر 65

اخبارِ ادارہ..........ادارہ کے شب وروز.......... // // 67

www.idaraghufran.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئینۂ احوال

مفتی محمد رضوان

ہمارا ملک آفتوں کی زَد میں کیوں؟

جب سے ہوش سنبھالا، اس وقت سے ملکِ پاکستان کے بارے میں سنتے آرہے ہیں کہ فلاں آفت آگئی، فلاں مصیبت آگئی، فلاں بیماری پھیل گئی، فلاں حادثہ رونما ہوگیا۔

کبھی سقوطِ ڈھاکہ کا مسئلہ پیش آتا ہے، کبھی ہتھوڑا گروپ اور سریا گروپ کی دہشت پھیل جاتی ہے، کبھی دہشت گردوں اور انتہاء پسندوں کے حملے شروع ہو جاتے ہیں، جن سے فوج، پولیس کے ادارے، یہاں تک کہ دینی مساجد اور مراکز بھی محفوظ نہیں رہتے، کبھی خشک سالی سے ملک کے باشندے اور چرند و پرند بلبلا اٹھتے ہیں، اور کبھی بڑے بڑے سیلاب آتے ہیں، جن کی وجہ سے پورے پورے علاقے، ان کی آبادیاں، تیار اور کھڑی فصلیں تباہ ہو جاتی ہیں، اور کاروبارِ زندگی معطل ہوکر رہ جاتا ہے، کبھی زلزلوں سے بڑا علاقہ تہس نہس ہوکر رہ جاتا ہے، ہزاروں لوگ موت کی ابدی نیند کی نذر ہو جاتے ہیں، عورتیں بیوہ اور بچے یتیم ہوجاتے ہیں اور نہ جانے کتنے لوگ معذور و اپاہج ہوجاتے ہیں۔

کبھی طوفان آتے ہیں، جو لاکھوں لوگوں کی جمع پونجی اپنے ساتھ لے جاتے ہیں اور ہزاروں افراد کو جیتے جی اپنی آغوش میں لے جاکر نام ونشان تک کو مٹا دیتے اور نیست ونابود کر دیتے ہیں۔

یہ سب چیزیں بظاہر قدرتی وناگہانی آفات محسوس ہوتی ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کے ایک منظّم و مستحکم نظام کے تحت وجود میں آتی ہیں، جن کے پیچھے ہماری قوم کی بداعمالیوں کا بہت بڑا ہاتھ ہے، جس کے بارے میں قرآن مجید کی صرف اس ایک آیت کو ملاحظہ کر لینا کافی ہے کہ:

وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ (سورة الشورىٰ، رقم الآية: ۳۰)

ترجمہ: اور جو (بھی) تمہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے، تو وہ اسی کی وجہ سے ہے، جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا اور وہ درگزر کر دیتا ہے، بہت سی باتوں سے (سورہ شوریٰ)

www.idaraghufran.org

اگر اس آیتِ قرآنی کو سامنے رکھ کر ہم مجموعی سطح پر اپنے ہاتھوں کے کارناموں اور کرتوتوں پر غور کریں، تو مذکورہ مصائب اور آفات و بلیّات اور حادثات فاجعات میں ہمارے ہاتھوں کے کرتوتوں کا دخل واضح طور پر نظر آتا ہے۔

چنانچہ جب ہم اپنے ملک و معاشرہ پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہیں، تو ہمیں کوئی شعبہ بھی ایسا نظر نہیں آتا، جس میں ہم نے اپنے فرائضِ منصبی کو صحیح طور پر اداء کیا ہو، بلکہ ہم نے ہر شعبہ میں اپنی ناقص کارکردگی اور بدعنوانی کر کے دنیا کے اکثر ممالک کو پیچھے چھوڑ دیا ہے۔

سب سے پہلے ہم اپنے ملک کے اس ادارہ پر نظر ڈالیں، جو پورے ملک میں بسنے والے ہر فرد کو ''عدل وانصاف'' فراہم کرنے، اور ظلم و ناانصافی سے بچنے کے قضیے طے کرنے کی غرض سے قائم کیا گیا ہے، جس کو مختصر لفظوں میں ''عدلیہ'' سے تعبیر کیا جاتا ہے، تو یہ دنیا کے ان عدالتی نظاموں کے مقابلہ میں بھی بہت پیچھے ہے، جو نہ تو اسلام کے دعویدار ہیں، نہ ہی ان کا دینِ اسلام سے کوئی تعلق ہے، جبکہ اسلامی نظامِ عدل کے بارے میں قرآن مجید کی کئی آیات اتنی واضح ہیں، جن پر عمل ہوتے ہوئے ظلم و ناانصافی کا دور تک بھی تصور نہیں کیا جا سکتا۔

چنانچہ قرآن مجید کی سورہ نساء میں مومنوں کو بہت زیادہ اہتمام کے ساتھ عدل وانصاف قائم رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، اگرچہ اس کا نتیجہ اپنے، یا اپنے والدین اور اقرباء کے خلاف کیوں نہ برآمد ہو، اور خواہش کی پیروی میں عدل وانصاف قائم نہ کرنے سے بچنے کا حکم فرمایا گیا ہے۔ [1]

سورہ مائدہ میں بھی مومنوں کو بہت زیادہ اہتمام کے ساتھ عدل وانصاف قائم رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، اور کسی قوم کی دشمنی اور عداوت کو عدل وانصاف میں حائل کرنے سے روکا گیا ہے، اور ہر حال میں عدل وانصاف قائم رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، اور اس کو تقوے کے زیادہ لائق قرار دیا گیا ہے۔ [2]

اور سورہ مائدہ میں ہی لوگوں کے درمیان عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے،

---

[1] يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَى أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ إِنْ يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أَوْلَى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَى أَنْ تَعْدِلُوا وَإِنْ تَلْوُوا أَوْ تُعْرِضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا (سورة النساء، رقم الآية ۱۳۵)

[2] يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ (سورة المائدة، رقم الآية ۸)

www.idaraghufran.org

ساتھ ہی عدل وانصاف قائم کرنے والوں سے اللہ کے محبت رکھنے کا ذکر کیا گیا ہے۔ [1]
اور سورہ انعام میں ناپ وتول کے ترازو میں عدل وانصاف کے پلڑے کو قائم رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ [2]
اور سورہ اعراف میں رب تعالیٰ کی طرف سے عدل وانصاف کا حکم ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔ [3]
اور سورہ ہود میں ناپ وتول کے پیمانوں میں عدل وانصاف کو قائم رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، اور لوگوں کے حقوق میں کمی، وکوتاہی کرنے، اور ساتھ ہی زمین میں فساد برپا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ [4]
اور سورہ رحمٰن میں وزن میں عدل وانصاف کو قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اور ترازو میں کمی کرنے سے روکا گیا ہے۔ [5]
یہ قرآنی احکام، تمام شعبوں، اور عدالتی نظام میں بطور خاص عدل وانصاف قائم کرنے کی اہمیت وتاکید کی واضح دلیل ہیں۔
لیکن افسوس ہے کہ ہمارا عدالتی نظام، دنیا کے کفریہ رائج عدالتی نظاموں کے سامنے بھی شرمسار ہے، جس میں عدل وانصاف کے نام پر ظلم وستم کے سودے ہوتے ہیں، مظلوموں کو زندگی بھر عدل وانصاف نہیں ملتا، عدل وانصاف کے نام پر جھوٹ وفریب کی اتنی فراوانی ہے کہ جس کو احاطۂ شمار میں لانا بھی مشکل ہے، جس کے نتیجہ میں ملک میں دنگا، فساد برپا ہے۔
ہم ایک ایسے ملک میں آباد ہیں، جس کی عدالتوں میں ملک کے اجتماعی مفادات کے خلاف چند ٹکوں کی خاطر فیصلے صادر ہوتے ہیں، جہاں ظالموں کو مدد فراہم کی جاتی ہے، اور مظلوموں کو دھتکارا جاتا ہے۔
یہی وہ ملک ہے، جس کے سیاسی وحکومتی نظام میں بھی عدل وانصاف عنقاء ہوکر رہ گیا ہے، ہر دوسرا سیاسی شخص ملکی مفادات اور اس کے قیمتی ذخائر اور سرمایہ کو مالِ غنیمت سمجھ کر ''مالِ مفت دلِ بے

---

[1] وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ (سورة المائدة، رقم الآية ۴۲)
[2] وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ (سورة الانعام، رقم الآية ۱۵۲)
[3] قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ (سورة الاعراف، رقم الآية ۲۹)
[4] أَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ (سورة هود، رقم الآية ۸۵)
[5] وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ (سورة الرحمٰن، رقم الآية ۹)

www.idaraghufran.org

رحم“ کا مصداق نظرآتا ہے،اور کافروں اوراسلام ومسلمان دشمن سودخورطاقتوں سے سودی قرض پر مال حاصل کر کے عیاشی کی ایسی ایسی مثالیں قائم کرتا ہے،جن کی ماضی میں نظیر ملنا مشکل ہوجاتا ہے،جس کے نتیجہ میں ہرآنے والے وقت میں ملک کا ہرفرد،اور ہر پیدا ہونا والا بچہ”بھاری بھرکم سودی قرض“ کے وزن تلے دبتا چلا جاتا ہے۔

اور یہی وہ ملک ہے،جس کے سرکاری اداروں کے اہم عہدوں سے وابستہ ملازموں کی کام چوری اورحرام خوری، بھتہ خوری اور رشوت ستانی کی داستانیں اتنی طویل ہیں،جن کوشمار کرنے کے لئے بڑے بڑے دفتر ناکافی ہیں،جہاں ہردن صبح سے شام تک کام چوری اورحرام خوری کا دھندہ چلتا ہے،جس کوان لوگوں نے اپنا کاروبار اور پیشہ، بلکہ اپناواجبی حق تصور کرلیا ہے۔

یہی وہ ملک ہے،جس کے فوجی اداروں کے اعلیٰ عہدیداران کی عیش وعشرت،اعلیٰ درجہ کے کاروبارو تجارت،اوردوسرے شعبوں واداروں میں بے جامداخلت کی مثال دنیا کے کسی دوسرے ملک میں ڈھونڈے سے بھی ملنا مشکل ہے۔

اور یہی وہ ملک ہے،جس کے عوام تجارت وملازمت،اورکسی بھی صنعت وحرفت کے شعبہ میں کرپشن،ملاوٹ،ناپ تول میں کمی،اور جھوٹ وفریب،جیسی بدخصلتوں میں اتنا آگے بڑھ چکے ہیں،جس کی مثال دنیا کے دوسرے ملکوں میں کم ہی نظرآئے گی۔

یہی وہ ملک ہے جہاں روزانہ کی سطح پر دہشت گردی،قتل وغارت گری،اغواء کاری، ڈاکہ زنی وچوری وغیرہ کے اتنے واقعات سننے کو ملتے ہیں کہ بار بار کانوں کو ہاتھ لگانے پڑتے ہیں۔

یہی وہ ملک ہے، جہاں انسانی اور پانی کے راستوں، گزرگاہوں کو بھی نہیں چھوڑا گیا،اوران سب پر اس طرح قبضہ وتسلط جمالیا گیا،اوران کواتنا گندہ اورآلودہ کردیا گیا کہ وہاں سے انسانوں کا پیدل اورسوار ہوکر گذرنا بھی مشکل ہے،اور بارش وبرسات کے پانی کا گذرنا تو دور کی بات ہے،روزمرہ کے پانی کی نکاسی بھی مشکل ہوتی ہے،اور جب کہیں ذراسی غیرمعمولی بارش ہوجائے،توپوری پوری آبادیوں،اورشہروں کے ڈوبنے کا خوف لاحق ہوجاتا ہے،اوربعض اوقات اس سے وسیع پیمانہ پر جانی ومالی ناقابلِ تلافی نقصان ہوجاتا ہے،جس کی تلافی کے لئے پوری قوم مدد کرنے کے لئے

www.idaraghufran.org

سہارا لگاتی ہے، لیکن اصل مرض کی اصلاح اور اصل بیماری کا علاج نہیں کیا جاتا، جس کی وجہ سے بار بار اس وبال سے ملک وملت کو دوچار ہونا پڑتا ہے۔

یہی وہ ملک ہے، جہاں علاج ومعالجہ اور صحت وتندرستی کے خوبصورت عنوان سے بہت سے ڈاکٹرز، ڈاکوؤں کا کردار اداء کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، اور غریبوں کی جیبیں کاٹ کر اپنی جیبوں کو بھرتے، اور اپنے ذاتی مالی مفادات کی خاطر صحت مند سستی دواؤں کے بجائے مہلک ترین اور ناکارہ دواؤں کا انتخاب کرتے، اور اپنے کمیشن کی غرض سے مہنگے ترین ٹیسٹ کرانے پر غریبوں کو مجبور کرتے ہیں۔

یہاں تک کہ ملکی خزانہ اور بجٹ کا بڑا حصہ، جو صحت کے لئے مختص کیا جاتا ہے، اس کو اصل مستحقین پر خرچ کرنے کے بجائے، تجارت کا ذریعہ بنالیا جاتا ہے۔

ہمارے ملک کا یہی وہ معاشرہ ہے، جہاں گھر گھر اور خاندانوں میں قطع رحمی، باہمی نا اتفاقی، خون ریزی، اور تفرقہ بازی کی فضا قائم ہے، جس کی وجہ سے، خانہ جنگی، اور ملک کے دولخت ہونے کی چنگاریاں سلگتی ہوی نظر آتی ہیں، باہمی رواداری، برداشت، تحمل وبردباری کی صفات سے ہمارا معاشرہ محروم ہوکر رہ گیا ہے، جہاں حمیت، اور جذبۂ ہمدردی وخیر خواہی کا فقدان ہے۔

اور یہی وہ ملک ہے، جہاں کے مذہبی ومسلکی جھگڑے کبھی ختم نہیں ہوتے، آئے دن نئی نئی شکلوں کی مذہبی جماعتیں اپنی مخصوص شکلوں میں ابھرتی ہوئی نظر آتی ہیں، جو اپنے علاوہ کسی کو بھی جنت کا اصل مستحق اور دین کا سچا وارث، اور صحیح ترجمان سمجھنے سے نیچے تنزلی کرنے کے لئے آمادہ نہیں، جہاں ایک دوسرے کے خلاف گستاخ، گمراہ، اور کافر ومرتد ہونے کے فتوے تھوک کے حساب سے برآمد وصادر ہوتے ہیں، اور جو حضرات ان کو اعتدال اور میانہ روی ورواداری کا درس دیں، ان کو بھی طرح طرح سے مطعون ومتہم کیا جاتا ہے، اور ان کو مذہبی انتہاء پسندی کا حصہ بننے پر مجبور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

یہی وہ ملک ہے، جس میں دین کے مقتداء کہلائے جانے والے ایک بڑے طبقہ نے دین کو ایک کاروبار بنالیا ہے، جہاں دین کے نام پر لوگوں کے دین پر ہی حملہ کیا جاتا ہے، ان کے مال ودولت

پر تسلط حاصل کیا جاتا ہے۔
اس قسم کے فتنے وفسادات کی ایک اہم وجہ معاشرہ میں جہالت کا دور دورہ، اور تعلیمِ صحیح کا فقدان ہے،قومی خزانہ کا بڑا حصہ تعلیم کے لئے مختص کرنے کے باوجود اس کے خاطر خواہ نتائج اس لئے بر آمد نہیں ہوتے کہ تعلیمی اداروں میں بھی کام چوری، اور حرام خوری کا دور دورہ ہے۔
دینی ادارے، مدرسے وجامعات ملک کا ایک قیمتی اور عظیم سرمایہ ہیں، جس کے فوائد وثمرات کا تعلق دنیا بھر کے مسلمانوں کے دین سے وابستہ ہے، اور یہ عامۃ الناس کے دینِ اسلام کی حفاظت کے قلعے شمار ہوتے ہیں، لیکن بدقسمتی سے بعض جگہوں پر تو دین کی اصولی ومرکزی تعلیم سے زیادہ زور اپنے اپنے مذاہب ومسالک، اور مخصوص رجحانات پر دیا جاتا ہے، بعض جگہ دوسرے مسالک ورجحانات کے خلاف تعصب وانتہاء پسندی تک نوبت پہنچ جاتی ہے، جبکہ بعض جگہ نصابِ تعلیم مسلمانوں کی موجودہ دینی ودنیاوی ضرورت کے لئے کافی نہیں، بس ان ہی قدیم فروعی مسائل کی تعلیم وتعلم پر وقت خرچ کیا جاتا ہے، جن کا موجودہ دور کی عملی زندگی سے خاطر خواہ تعلق نہیں۔
جو مذہبی تنظیمیں اور جماعتیں، دین کے عنوان سے کام کرتی ہیں، ان میں بھی رسمی وروایتی نوعیت کی چیزوں کی طرف زیادہ توجہ ہے، اور بعض اوقات ان کی طرف سے اس طرح کے غلو ومبالغہ آرائی کی صورتِ حال سامنے آتی ہے کہ وہ ایک دوسرے ہی کے خلاف محاذ آرائی کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔
دشمنانِ اسلام سادہ لوح نوجوان مسلمانوں میں گھس کر جہاد کے نام پر مسلمانوں کے خلاف فساد برپا کرانے کے لئے سرگرم ہیں، جو اس مقصد کے لئے بھاری سرمایہ کاری بھی کرتے ہیں۔
ہمارے ان گناہوں اور بداعمالیوں کا نتیجہ ہے کہ ملک کا امن وامان ختم ہوتا جارہا ہے، بے روزگاری اور مہنگائی کا ایسا طوفان ہر طرف برپا ہے کہ فاقہ کشی کے علاوہ لوگ خودکشیاں کررہے، اور اسلام سے پھر رہے ہیں، اور کتنے ملک کے خیر خواہ اور عمدہ صلاحیتوں اور قیمتی سرمایہ کے مالکان، ایک ایسے ملک سے متنفر اور بیزار ہورہے ہیں، جو اسلام کے نام پر قائم کیا گیا تھا، یہاں تک کہ بہت سے لوگ قانونی، یا غیر قانونی طریقہ پر اس ملک سے راہِ فرار اختیار کرکے کافروں کے ملکوں میں پناہ حاصل کررہے ہیں، یا اس کے لئے کوشاں ہیں، جس کی خاطر وہ مال کے ساتھ، ساتھ اپنی جانوں کے

www.idaraghufran.org

نذرانے بھی پیش کررہے ہیں۔

ملک میں بسنے والے بچے بڑے،عورتیں،اور مرد وسیع پیمانہ پرطرح طرح کی مہلک بیماریوں سے دوچار ہیں اوران بیماریوں کی تکلیف سے کراہ اور بلک رہے ہیں اوران بیماریوں کے علاج ومعالجہ کے لئے در بدر ٹھوکرے کھاتے پھر رہے ہیں،ہسپتال اور کلینک مریضوں سے بھرے ہوے ہیں، جہاں لیٹنے، بیٹھنے،اور بلکہ پاؤں رکھنے کی جگہ تک بھی میسر نہیں۔

اوربھی نہ جانے کتنے مسائل ومصائب کا ہمارے ملک وقوم کوسامنا ہے۔

ان حالات میں ہرایک اپنے اپنے مسائل ومصائب کواپنے طریقہ سے حل کرنے میں لگا ہوا ہے،لیکن ''مرض بڑھتا گیا، جوجودوا کی'' والی کہاوت صادق آتی ہے،جس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ ہماری توجہ ان مسائل کے اصل اسباب کی طرف نہیں۔

جبکہ اللہ کی طرف سے ہمیں سنبھلنے اورمتوجہ ہونے کے باربارمواقع دیئے گئے۔

ابھی گذشتہ دنوں بحیرۂ عرب سے اٹھنے والے ''بپر جوائے'' نامی ایک انتہائی خطرناک ترین،اور طاقتورسمندری طوفان نے پاکستان کا رخ کیا تھا،جواگر پاکستان کی کسی ساحلی پٹی،اور بالخصوص کراچی کے ساحل سے ٹکرا جاتا،تو معلوم نہیں آج ہمارے ملک کی کیا حالت ہوتی ، یہ صرف اللہ کا خاص فضل وکرم تھا کہ اس نے ہمارے ملک کوتباہی سے محفوظ رکھا۔

لیکن افسوس کہ نہ تواس وقت ہمیں اللہ کی طرف رجوع کرنے ،اوراپنے اعمال کی اصلاح کی فکرلاحق ہوئی، جب ہمارا ملک اس کے خطرہ سے دوچار تھا، بلکہ عین اس وقت بھی ہمارے یہاں کے بہت سے نادان لوگوں کومستی سوجھتی رہے،جنہوں نے اس کوانجوائے اورتفریحِ طبع کی ایک عام،یا خاص چیز خیال کیا،سیاسی لوگ عین اسی دن کراچی،اوراس کے نواحی علاقوں میں میئر، چیئرمین وغیرہ کے چناؤ میں مصروفِ عمل رہے،جبکہ بعض کمزورعقیدہ لوگوں نے اپنی بداعمالیوں،اورتمام تر سیاہ کاریوں پر پردہ ڈالتے ہوے،شاہ عبد اللہ غازی کے مزار کوکراچی کی حفاظت کا اہم سبب سمجھا،اور یہ نہ سوچا کہ جب اللہ کی ناراضگی اورغضب کا کوئی قوم سامنا کرتی ہے،تو یہ چیزیں اس میں حائل نہیں ہوتیں، کیونکہ اللہ کی صفت ''فعال لما یرید'' ہے۔

www.idaraghufran.org

جس وقت اللہ کی حکمت ومشیت کا تقاضا ہوا، تو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے علاقوں میں بھی پانی اور سیلاب داخل ہوا، اور متبرک شخصیات کی قبروں تک بھی پانی پہنچا، کیا ہم، یا ہمارے بزرگوں کے مزارات، یا ہمارے شہر، ان مقدس مقامات اور ہستیوں سے بھی زیادہ اہمیت اختیار کر گئے، جبکہ قرآن وسنت میں کسی بزرگ کے مزار کو طوفان، اور سیلاب کی آمد میں رکاوٹ کا سبب بھی نہیں بتلایا گیا، اور جن چیزوں، اور جن اعمال کو اس طرح کی آزمائشوں کا قرآن وسنت میں سبب بتلایا گیا ہے، وہ ہمارے معاشرہ میں موجود ہیں۔

پھر جب اللہ نے ہمیں اس طوفان کی تباہ کاریوں سے محفوظ فرمادیا، تو بھی شکرانے کے نفل اداء کرنے، اور آئندہ کے لئے اپنی، اور معاشرہ کی اصلاح کی فکر کی طرف کوئی توجہ نہیں۔

یہ سب کو معلوم ہے کہ ''کراچی شہر'' پاکستان کی حرفت وصنعت، اور تجارت ومعاشرت کے اعتبار سے مرکزی حیثیت رکھتا ہے، اور یہ شہر سمندر کی سطح سے نیچے واقع ہے، اور کسی زمانہ میں کراچی کی ساحلی حدود جس جگہ تک پہنچی ہوئی تھیں، آج اس کے بڑے حصہ میں وسیع ترین آبادی قائم ہو چکی ہے، اور خالی پڑی ہوی جگہوں پر بھی اونچی اونچی عمارتیں بنادی گئی ہیں، پھر شہر میں اس طرح کی عمارتوں کی بھر مار ہے کہ وہ ایک دوسرے کے نہایت قریب واقع ہیں، نالوں، اور نالیوں کی صفائی ستھرائی ایک بڑا مسئلہ ہے، جگہ جگہ گندگیوں کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں، ایسے میں اللہ نہ کرے، سمندری لہریں آبادی میں پہنچ جائیں، یا غیر معمولی بارش ہو جائے، تو اس شہر کا کیا بنے گا، اس کی طرف ابھی ہم نے گہرائی سے ویکسوئی سے توجہ نہیں کی، اور اگر اس شہر کو غیر معمولی نقصان پہنچا، تو پھر پاکستان کا کیا بنے گا، یہ سوچنے کا بھی ہمارے پاس وقت نہیں۔

ہم اگر اب بھی اپنی اسی سابق روش پر قائم رہے، اور وقت وحالات سے سبق نہ سیکھا، تو وہ دن دور نہیں کہ اللہ کی طرف سے کسی ایسی پکڑ، اور جکڑ میں نہ آجائیں، جس کے بعد ہمارے لئے واپسی اور تلافی کے سارے راستے بند ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے، اور ہمیں اپنی کمی کوتاہیوں، سیاہ کاریوں اور بداعمالیوں سے تائب ہونے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

www.idaraghufran.org

درسِ قرآن (سورہ آلِ عمران: قسط40، آیت نمبر133 تا136) مفتی محمد رضوان

متقیوں کی چند قرآنی صفات

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ (134) وَالَّذِیْنَ إِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ ذَکَرُوْا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ (135) أُولٰئِکَ جَزَاؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا. وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ (136)

ترجمہ: (متقی) وہ لوگ ہیں، جو خرچ کرتے ہیں، خوش حالی اور تنگ حالی میں (اللہ کے لئے) اور پینے والے ہیں وہ غصہ کو، اور معاف کرنے والے ہیں وہ، لوگوں سے، اور اللہ محبت فرماتا ہے، اچھے کام کرنے والوں سے (134) اور (متقی) وہ لوگ ہیں کہ جب کرتے ہیں وہ، کوئی فحش کام، یا ظلم کر لیتے ہیں وہ، اپنی جانوں پر، تو یاد کرتے ہیں وہ، اللہ کو، پھر مغفرت طلب کرتے ہیں وہ، اپنے گناہوں کی، اور کون ہے، جو مغفرت کرے گناہوں کی، سوائے اللہ کے، اور اصرار نہیں کرتے وہ، اپنے کئے ہوئے پر، اور وہ علم رکھتے ہیں (135) یہی لوگ ہیں کہ ان کی جزاء، مغفرت ہے، ان کے رب کی طرف سے، اور ایسی جنتیں ہیں کہ جاری ہیں، ان کے نیچے سے نہریں، ہمیشہ رہیں گے وہ ان میں، اور کیا ہی اچھا اجر ہے (نیک) عمل کرنے والوں کا (136) (سورہ آلِ عمران)

تفسیر وتشریح

سورہ آلِ عمران کی مذکورہ آیات میں ان متقی حضرات کی صفات کو بیان کیا گیا ہے، جن کا اس سے پہلی آیت میں ذکر گذرا۔

www.idaraghufran.org

اور متقیوں کی جو صفات مذکورہ آیات میں بیان کی گئیں، وہ یہ ہیں:

(1)......خوش حالی اور تنگ حالی میں اللہ کی رضاء کے لئے خرچ کرنا۔

(2)......غصہ کو پینا۔

(3)......لوگوں کو معاف کرنا۔

(4)......فحش کام کرنے، یا کوئی گناہ کرنے کے بعد اللہ کو یاد کر کے استغفار کرنا، اور اس فحش ،یا گناہ کے کام پر مصر نہ رہنا، اور فحش، یا گناہ والے کام، اور اس سے توبہ واستغفار کا علم ہونا۔

ضمن میں اللہ تعالیٰ نے مذکورہ صفات والے متقیوں کی عظیم الشان جزاء کا بھی ذکر فرمایا ہے۔

چنانچہ مذکورہ آیات میں سے پہلی آیت میں متقیوں کی پہلی صفت یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ:

"اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ"

"(متقی) وہ لوگ ہیں، جو خرچ کرتے ہیں، خوش حالی اور تنگ دستی میں"

ضروری نہیں کہ اللہ کی رضا کے لیے، خوش حالی میں، جتنی مقدار خرچ کی جائے، اتنی مقدار ہی تنگ دستی کی حالت میں خرچ کی جائے، بلکہ حسبِ توفیق خرچ کرنے کا حکم ہے۔

لیکن بعض لوگ خوش حالی میں تو خرچ کرتے ہیں، مگر جب تنگ حالی کا شکار ہوتے ہیں، تو وہ نہ صرف یہ کہ تنگ حالی کے خوف سے خرچ کرنے سے گریز کرتے ہیں، بلکہ بے صبری میں بھی مبتلا ہو جاتے ہیں۔

جبکہ بعض لوگوں کی حالت اس کے برعکس ہے کہ وہ تنگ حالی میں تو اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں، اور کچھ حسبِ توفیق خرچ کر دیتے ہیں، مگر خوش حالی میں اللہ سے غافل اور مست وسرشار ہو جاتے ہیں، اور اس طرح اللہ کی ناشکری کے مرتکب ہو جاتے ہیں، جو پھر ان کی تنگ دستی کا سبب بن جاتا ہے۔

اللہ کی راہ میں خرچ کرنا، مال اور نعمت میں برکت واضافہ کا باعث ہے، جو تنگ حالی کو، خوش حالی سے تبدیل کرنے کی تاثیر رکھتا ہے، اور ہر حالت میں شکر وصبر، مومن کی کامیابی کا اصل ذخیرہ ہے۔

پھر قرآن مجید نے اس جگہ خرچ کرنے کا تو ذکر فرمایا، لیکن یہ متعین نہیں فرمایا کہ کیا خرچ کرتے ہیں،

اس عمومی طرزِ عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں صرف مال و دولت ہی نہیں، بلکہ ہر خرچ کرنے کی چیز داخل ہے، مثلاً جو شخص اپنا وقت، اپنی محنت اللہ کی راہ میں خرچ کرے، یہاں تک کہ دوسروں کے ساتھ اچھے اخلاق والا برتاؤ کرے، وہ بھی اس میں داخل ہے، احادیث میں بھی اس کا ذکر آیا ہے۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ، إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ، وَلَيْسَ ذَاكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ، إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ، فَكَانَ خَيْرًا لَهُ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ، صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ(مسلم، رقم الحديث ٢٩٩٩ "٦٤")

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کا معاملہ بہت ہی اچھا ہے، اس کا ہر معاملہ خیر والا ہے، اور یہ مومن کے علاوہ کسی اور کو حاصل نہیں، مومن کو اگر کوئی خوشی پہنچتی ہے، تو شکر کرتا ہے، اس میں اس کے لئے خیر ہوتی ہے، اور اگر اسے کوئی مصیبت و تکلیف پہنچتی ہے، تو صبر کرتا ہے، اور اس میں بھی اس کے لئے خیر ہوتی ہے (مسلم)

اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

إِنَّكُمْ أُبْتُلِيتُمْ بِفِتْنَةِ الضَّرَّاءِ فَصَبَرْتُمْ ، وَسَتُبْتَلَوْنَ بِفِتْنَةِ السَّرَّاءِ ، وَإِنَّ أَخْوَفَ مَا أَتَخَوَّفُ عَلَيْكُمْ فِتْنَةُ النِّسَاءِ إِذَا سَوَّرْنَ الذَّهَبَ وَلَبِسْنَ رَيْطَ الشَّامِ فَأَتْعَبْنَ الْغَنِيَّ وَكَلَّفْنَ الْفَقِيْرَ مَا لَا يَجِدُ(مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحديث ٣٨٤٣٦، كتاب الفتن،باب من كره الخروج فی الفتنة وتعوذ منها)

ترجمہ: بلاشبہ تمہارا تکلیفوں (یعنی تنگدستی اور مصیبت وغیرہ) کے فتنہ سے امتحان لیا گیا، تو تم نے صبر کیا (اور صبر کر کے کامیابی حاصل کی) اور عنقریب تمہارا خوشحالی (یعنی راحت، عیش و عشرت، مال کی فراوانی وغیرہ) کے فتنہ سے بھی امتحان لیا جائے گا (اور اس فتنہ سے بچنا بہت مشکل ہوگا) اور جس چیز کا مجھے تم پر سب سے زیادہ خوف ہے، وہ عورتوں کا فتنہ ہے، جبکہ وہ سونے کے کنگن (اور زیورات) پہنیں گی، اور شامی نرم، باریک کپڑے پہنیں گی، پس وہ مالدار آدمی کو (زیورات اور کپڑوں وغیرہ کے مطالبے کر کے) تعب و مشقت میں ڈال دیں گی، اور نادار و غریب آدمی کو (جو ان کے مطالبات پورے کرنے کی طاقت نہیں رکھے گا) مجبور کریں گی (جس کے نتیجہ میں وہ

www.idaraghufran.org

حرام مال کمانے میں مبتلا ہوگا، اوراس طرح عورتیں دونوں قسم کے لوگوں کو ہلاکت میں مبتلا کردیں گی)(ابنِ ابی شیبہ)

اورحضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ابْتُلِيْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالضَّرَّاءِ فَصَبَرْنَا، ثُمَّ ابْتُلِيْنَا بِالسَّرَّاءِ بَعْدَهٗ فَلَمْ نَصْبِرْ (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۲۴۶۴)

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ، تنگدستی میں مبتلا کیے گئے، تو ہم نے صبر کیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہم خوشحالی میں مبتلا کیے گئے، تو ہم نے صبر نہیں کیا (ترمذی)

مطلب یہ ہے کہ مالداری اور آسائش میں غفلت سے بچنا، مشکل ہوجاتا ہے۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ، فَإِنْ لَمْ تَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۶۰۲۳)

ترجمہ: تم جہنّم سے بچو، اگرچہ ایک کھجور کے ٹکڑے (کو صدقہ کرنے) کے ذریعہ سے ہی ہو، پھر جو شخص کھجور کا ٹکڑا بھی نہ پائے، تو وہ پاکیزہ کلمہ کے ذریعہ سے اپنا بچاؤ کرے (بخاری)

اس طرح کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی کو تھوڑا مال بھی صدقہ کرنے کے لئے میسر نہ ہو، تو وہ زبان سے دوسرے کو اچھی اور پاکیزہ بات بتلا کر، یا امر بالمعروف کر کے بھی صدقہ کی عظیم فضیلت کو پاسکتا، اور جہنم سے بچنے کا سامان کرسکتا ہے۔

عیش وفراوانی ،اور تنگ حالی کی یہ دو انسانی حالتیں ایسی ہیں، جن میں انسان غافل ہوجاتا ہے، چنانچہ جب مال ودولت کی فراوانی ہوتی ہے، تو عیش میں اللہ کو بھول جاتا ہے اور جب تنگی اور مصیبت ہوتی ہے، تو بسا اوقات اسی کی فکر میں لگ کر اللہ سے غافل ہوجاتا ہے، اس آیت میں بتلا دیا گیا کہ اللہ کے متقی وپسندیدہ بندے وہ ہیں، جو نہ عیش وعشرت میں اللہ کو بھولتے ہیں، نہ مصیبت و تکلیف میں اللہ سے غافل ہوتے ہیں۔

اور مذکورہ آیت میں متقیوں کی دوسری صفت یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ:

www.idaraghufran.org

”وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ“ ”اور پینے والے ہیں وہ غصہ کو“

غصہ کو پینا بہت بڑا عمل ہے، اوراس کے دنیا اور آخرت کے اعتبار سے بڑے فوائد ہیں۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا تَجَرَّعَ عَبْدٌ جَرْعَةً أَفْضَلَ عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ جَرْعَةِ غَيْظٍ، يَكْظِمُهَا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ تَعَالٰى (مسند أحمد، رقم الحديث ٦١١٤)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ کا کوئی گھونٹ پینا، اللہ عزوجل کے نزدیک غصہ کے گھونٹ پینے سے زیادہ فضیلت نہیں رکھتا، جس کو بندہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے پیتا ہے(مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ جب اللہ کی رضا کے لئے غصہ کو پیا جائے، تو یہ غصہ کا گھونٹ پینا اللہ کو سب گھونٹوں سے زیادہ پسند ہے۔

حضرت معاذ بن انس جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَهُوَ يَسْتَطِيْعُ أَنْ يُنَفِّذَهُ دَعَاهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ حَتّٰى يُخَيِّرَهُ فِيْ أَيِّ الْحُوْرِ شَاءَ (سنن الترمذی، رقم الحدیث ٢٠٢١، ابواب البر والصلة)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے غصہ کو پیا، اور وہ اُس کو نافذ کرنے (اور اپنے غصہ پر اقدام کرنے) کی استطاعت (وقدرت) رکھتا تھا، تو اللہ، اُس کو قیامت کے دن سب مخلوق کے سامنے بُلائے گا، یہاں تک کہ اُس کو اختیار دے گا کہ جونسی چاہے حور کو پسند (ومنتخب) کرلے(ترمذی)

اس سے معلوم ہوا کہ غصہ کو نافذ ولاگو کرنے کی قدرت ہونے کے باوجود اس کو پی لینا آخرت کی عظیم نعمتوں اور حسبِ منشاء حور کے حاصل ہونے کا ذریعہ ہے۔

بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ایک لمبی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

وَمَنْ كَفَّ غَضَبَهُ سَتَرَ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ، وَمَنْ كَظَمَ غَيْظَهُ، وَلَوْ شَاءَ أَنْ يُمْضِيَهُ

أَمۡضَاهُ، مَلَأَ اللّٰهُ قَلۡبَهُ رِضًى، وَمَنۡ مَشَى مَعَ أَخِيهِ الۡمُسۡلِمِ فِي حَاجَةٍ حَتَّى يُثۡبِتَهَا لَهُ ثَبَّتَ اللّٰهُ قَدَمَيۡهِ يَوۡمَ تَزِلُّ الۡأَقۡدَامُ، وَإِنَّ سُوءَ الۡخُلُقِ لَيُفۡسِدُ الۡعَمَلَ كَمَا يُفۡسِدُ الۡخَلُّ الۡعَسَلَ "(قضاء الحوائج لابنِ ابی الدنیا، رقم الحديث ٣٦)

ترجمہ: اور جو شخص اپنے غصہ کو روکتا ہے، تو اللہ اس کے عیب کو چھپاتا ہے، اور جو شخص اپنے غصہ کو پیتا ہے، حالانکہ اگر وہ چاہے، تو اپنے غصہ پر عمل درآمد بھی کرسکتا ہے، تو اللہ اس کے دل کو (اپنی) رضا سے بھر دیتا ہے، اور جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی ضرورت کے لئے چلتا ہے، یہاں تک کہ وہ اس ضرورت کو پورا کر دیتا ہے، تو اللہ اس کے قدموں کو اس دن ثابت قدم رکھے گا، جس دن لوگوں کے قدم ڈگمگا جائیں گے، اور برے اخلاق، عمل کو اس طرح سے خراب کر دیتے ہیں، جس طرح سے سرکہ شہد کو خراب کر دیتا ہے (ابنِ ابی الدنیا)

اور مذکورہ آیت میں متقیوں کی تیسری صفت یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ:

”وَالۡعَافِيۡنَ عَنِ النَّاسِ “ ”اور معاف کرنے والے ہیں وہ، لوگوں سے“

قرآن وسنت میں معاف اور درگذر کرنے کی بھی بڑی فضیلت بتلائی گئی ہے۔

سورہ نور میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلۡيَعۡفُوۡا وَلۡيَصۡفَحُوۡا أَلَا تُحِبُّوۡنَ أَنۡ يَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَكُمۡ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَحِيۡمٌ (سورة النور، رقم الآية ٢٢)

ترجمہ: اور لوگوں کو چاہئے کہ معاف کریں اور درگزر کریں، کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہاری مغفرت کر دے، اور اللہ غفور ہے، رحیم ہے (سورہ نور)

اور سورہ شوریٰ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثۡلُهَا فَمَنۡ عَفَا وَأَصۡلَحَ فَأَجۡرُهُ عَلَى اللّٰهِ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِيۡنَ (سورة الشوریٰ رقم الآية ٤٠)

ترجمہ: اور برائی کا بدلہ اسی طرح کی برائی سے (لینا جائز) ہے، پھر جو کوئی معاف کر دے اور اصلاح کرلے تو اس کا اجر اللہ پر ہے، بے شک اللہ ظالموں سے محبت نہیں رکھتا

www.idaraghufran.org

(سورہ شوریٰ)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ، وَمَا زَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ، إِلَّا عِزًّا، وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلّٰهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ (صحيح مسلم، رقم الحديث ٢٥٨٨ "٦٩" كتاب البر والصلة والآداب)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا، اور جو کوئی بھی اللہ کے لئے تواضع (وعاجزی) کو اختیار کرتا ہے، تو اللہ، اس کو بلند ہی فرماتا ہے (مسلم)

پھر متقی حضرات کی مذکورہ صفات کو بیان کرنے کے بعد اللہ نے فرمایا کہ:

"وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ" "اور اللہ محبت فرماتا ہے، اچھے کام کرنے والوں سے"

مطلب یہ ہے کہ مذکورہ صفات کو اختیار کرنے والے متقی، نیک لوگ ہیں، اور ایسے نیک لوگوں سے اللہ محبت فرماتا ہے۔

مذکورہ آیت میں متقیوں کی ان صفات کا ذکر کیا گیا ہے، جن کا تعلق حقوق العباد اور عمدہ اخلاق سے ہے، جو بندہ مذکورہ صفات کا حامل ہوتا ہے، وہ حقوق العباد میں کوتاہی کرنے سے اجتناب کرتا ہے، اور معاشرہ میں امن وامان قائم رہتا ہے، فتنے وفسادات سے حفاظت رہتی ہے۔

پھر مذکورہ آیات میں سے دوسری آیت میں متقیوں کی چوتھی صفت جو بیان فرمائی گئی ہے، اس کا تعلق حقوق اللہ سے ہے، چنانچہ فرمایا کہ:

" وَالَّذِيْنَ إِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ، وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ "

"اور (متقی) وہ لوگ ہیں کہ جب کرتے ہیں وہ، کوئی فحش کام، یا ظلم کر لیتے ہیں وہ، اپنی جانوں پر، تو یاد کرتے ہیں وہ، اللہ کو، پھر مغفرت طلب کرتے ہیں وہ، اپنے گناہوں کی،، اور کون ہے، جو مغفرت کرے گناہوں کی، سوائے اللہ کے، اور اصرار نہیں کرتے وہ، اپنے کئے ہوئے پر، اور وہ علم رکھتے ہیں"

یعنی متقی وہ لوگ ہیں، جو کوئی فاحش اور گناہ والا کام، جو دراصل اپنی جان پر ظلم کے مترادف

www.idaraghufran.org

ہے، جس کی سزا، انسان کی اپنی جان کو ہی ملے گی، اس کے کرنے کے بعد اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں سے استغفار کرتے ہیں، اور گناہوں پر اصرار نہیں کرتے، اور وہ گناہوں، اور ان سے توبہ کے طریقہ کا علم بھی رکھتے ہیں، اس لئے گناہ ہونے کے فوراً بعد اس گناہ سے استغفار کا اہتمام کرتے ہیں، اور علم کی روشنی میں جو اللہ، یا بندوں کے حقوق اداء کرنا ضروری ہے، ان کو اداء بھی کرتے ہیں، جاہل لوگوں کو تو عمر بھر، یا عرصہ دراز تک اپنے گناہ گار ہونے کا علم ہی نہیں ہوتا، اس لئے وہ سالہا سال اور عرصہ دراز تک گناہ پر جمے رہتے ہیں، یا توبہ کا صحیح طریقہ معلوم نہیں ہوتا، پھر وہ فوراً ان گناہوں سے کیسے استغفار کر سکتے ہیں۔

اور اللہ کے علاوہ کسی اور کو گناہ معاف کرنے کی قدرت واختیار حاصل بھی نہیں، اس لئے گناہ کے بعد اللہ کو ہی یاد کرنا، اور اسی سے گناہوں پر استغفار کرنا چاہیے۔

استغفار کے عمل کے بڑے فضائل ہیں، اور یہ عمل ایسا عظیم الشان ہے کہ جو شخص اس عمل کا اہتمام کرتا ہے، تو وہ گناہ پر اصرار کرنے والوں میں شمار نہیں ہوتا، اگرچہ دن میں ستر مرتبہ ایک ہی گناہ کو بار بار کیوں نہ کرے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ أَوْ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْ أَخْطَأْتُمْ حَتّٰى تَمْلَأَ خَطَايَاكُمْ مَابَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، ثُمَّ اسْتَغْفَرْتُمُ اللّٰهَ لَغَفَرَ لَكُمْ، وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ أَوْ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَوْ لَمْ تُخْطِئُوْا لَجَاءَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُخْطِئُوْنَ، ثُمَّ يَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ، فَيَغْفِرُ لَهُمْ (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۳۴۹۳)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، یا یہ فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے، اگر تم اتنے گناہ کر لو کہ تمہارے گناہوں سے زمین وآسمان کے درمیان ساری فضا بھر جائے، پھر تم اللہ سے مغفرت طلب کرو، تو وہ تمہاری مغفرت فرمادے گا، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے، یا یہ فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ

www.idaraghufran.org

میں میری جان ہے، اگر تم گناہ نہ کرو، تو اللہ ایک ایسی قوم کو لے آئے گا، جو گناہ کرے گی، پھر اللہ سے مغفرت طلب کرے گی، تو اللہ اس کی مغفرت فرمادے گا (مسند احمد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَوْ لَمْ تُذْنِبُوْا لَذَهَبَ اللّٰهُ بِكُمْ، وَلَجَاءَ بِقَوْمٍ يُذْنِبُوْنَ، فَيَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ فَيَغْفِرُ لَهُمْ

(مسلم،رقم الحدیث ۲۷۴۹ "۱۱ "کتاب التوبة، باب سقوط الذنوب بالاستغفار توبة)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اگر تم گناہ نہ کرو، تو اللہ تم کو ختم فرما کر ایسی قوم کو لے آئے گا، جو گناہ کرے گی، پھر اللہ سے مغفرت طلب کرے گی، تو اللہ اس کی مغفرت فرمادے گا (مسلم)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قال رسولُ الله -صلَّى الله عليه وسلم " :-ما أصرَّ مَنِ استَغْفَرَ وإن عادَ في اليوم سبعينَ مرَّةً(سنن ابی داود،رقم الحدیث ۱۵۱۴،باب فی الاستغفار)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص استغفار کرتا ہے، وہ گناہ پر اصرار کرنے والا نہیں ہوتا، اگرچہ وہ ایک دن میں گناہ کو ستر مرتبہ بار بار کیوں نہ کرے (ابوداؤد)

پھر مذکورہ آیات میں سے تیسری و آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے مذکورہ متقیوں کی جزاء وانعام کا اس طرح ذکر فرمایا کہ:

"اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا. وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ"

"یہی لوگ ہیں کہ ان کی جزاء، مغفرت ہے، ان کے رب کی طرف سے، اور ایسی جنتیں ہیں کہ جاری ہیں، ان کے نیچے سے نہریں، ہمیشہ رہیں گے وہ ان میں، اور کیا ہی اچھا اجر ہے (نیک) عمل کرنے والوں کا"

پس مذکورہ جنتوں اور نعمتوں کو حاصل کرنے کے لئے متقیوں کی مندرجہ بالا صفات کو اختیار کرنا چاہیے، جن میں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی ادائیگی اور ان کی تلافی کی صورتیں داخل ہیں۔

www.idaraghufran.org

درسِ حدیث مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

برزخ وقبر کی حیات، اور جسم وروح کا تعلق (قسط 22)

سلیمان بن محمد بجیرمی شافعی کا حوالہ

سلیمان بن محمد بجیرمی شافعی (المتوفیٰ: 1221ھ) فرماتے ہیں کہ:

أنـه إنـمـا يسمع صلاة القريب منه قربا عاديا بأن كان فى الحجرة الشريفة بحيث لـو كـان حيـا لسمع ذلک، وأما غيره فيبلغه الملک مطلقا أى سواء كان فى يوم الـجـمـعة أم لا أخلص فى محبته أم لا (حاشية البجيرمى على الخطيب، ج۲ص ۲۱۱، ۲۱۲، كتاب الصلاة، فصل فى صلاة الجمعة)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم، بس اتنے قریب کے درود کو سن لیتے ہیں، جو عادتاً قرب سمجھا جاتا ہو، اس طرح کہ وہ حجرہ شریفہ میں ہوں، اس طور پر کہ اگر آپ حیات ہوتے، تو اس کو سن لیتے، اور اس کے علاوہ دوسرے لوگوں کے درود کو فرشتہ آپ تک پہنچاتا ہے مطلقاً، خواہ جمعہ کا دن ہو، یا کوئی اور دن ہو، آپ کی خالص محبت کے ساتھ ہو، یا نہ ہو (حاشیۃُ البجیرمی)

اور بھی کئی حضرات نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے قریب کے سلام کے سننے اور دور کے سلام کو فرشتوں کے ذریعے پہنچائے جانے کا ذکر کیا ہے۔

اور موجودہ دور میں چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے اردگرد ایک سے زیادہ دیواریں حائل ہیں، اس وجہ سے عامۃُ الناس کا قبرِ نبوی کے اتنا قریب جا کر سلام کرنا ممکن نہیں، جس کا متعدد فقہائے کرام نے ذکر کیا ہے، اس لیے بہت سے حضرات کا یہی قول ہے کہ حجرہ سے باہر پڑھنے والے کے سلام کو بھی فرشتوں کے واسطے سے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا جاتا ہے۔ [1]

---

[1] والجمع بين الأحاديث أن نقول :إن التسليم نوعان:

۱ ـ تسليم مسموع :وهو تسليم التحية الذى يُلقى على الرسول -صلى الله عليه وسلم -عند قبره، وهذا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

جبکہ بعض حضرات کا فرمانا یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قریب اور دور سے پڑھے گئے''سلام'' کو بہرحال فرشتے ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہیں، کیونکہ معتبر احادیث کی رُو سے اس مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو مقرر فرمایا ہے، اور قریب سے پڑھے گئے''سلام'' کو فرشتوں کے واسطے کے بغیر سننے کی کسی معتبر سند پر مشتمل حدیث میں متعین طور پر تصریح نہیں آئی، قطع نظر''سماعِ موتی'' کے مسئلہ سے۔

علامہ مبارک پوری کا حوالہ

اہلِ حدیث سلسلہ کے عالمِ دین علامہ عبید اللہ مبارکپوری (المتوفی:1414ہجری) تحریر فرماتے ہیں کہ:

وقال الزرقانی :والظاهر أن المراد بالعندية قرب القبر بحيث يصدق عليه عرفا أنه عنده، وبالبعد ما عداه وإن كان بالمسجد-انتهى .

ولما سدت حجرة عائشة التى هى مدفن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -، وبنيت على القبر حيطان مرتفعة مستديرة حوله، ثم بنى عليه جدران من ركنى القبر الشمالين، تعذر الوصول إلى قرب القبر، فالزائرون اليوم إنما يسلمون من مسافة لو سلم على حى من تلك المسافة لما سمعه فكيف يسمعه النبى -صلى الله عليه وسلم -ويرده عليه ولو سلم حياته -صلى الله عليه وسلم -فى القبر؟

فإن قيل :إن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -بعد الممات يمكن أن يزداد قوة سمعه فيسمع من تلك المسافة .

فيقال :أى دليل على هذا من كتاب وسنة .ومجرد الإمكان العقلى لا يغنى عن شىء، علا أنه هل لذلك تحديد أم لا؟ على الثانى يستوى المسلم من بعيد والمسلم عند القبر، وهذا باطل عند من يقول بقربة الزيارة، فإنهم فضلوا السلام عند القبر على السلام من بعيد كالسبكى، وابن حجر المكى .وعلى الأول فلا بد

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أشار إليه ابن عبد الهادى فى كتابه المنكى، وهذا التسليم يسمعه الرسول ويكافء عليه بالرد عند القبر لا من وراء الحجرة.

۲ ـ تسليم معروض :وهو كل تسليم ليس عند قبره.

أما الصلاة فلا تنقسم، ولكن لو صلى وسلم عند قبره فإن الصلاة تكون مثل السلام.

جزاء التسليم :هذا على حسب التسليم، فإن كان التسليم مسموعًا فيكافئه الرسول -صلى الله عليه وسلم - بالرد، وأما التسليم المبلغ المعروض فجزاؤه من الله من صلى على واحدة صلى الله عليه بها عشرا(المعتصر شرح كتاب التوحيد،للشيخ على بن خضير الخضير، ج ا،ص١٠٨)

www.idaraghufran.org

من بيانه بدليل شرعي وأنى له ذلك؟(مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج۳،ص ۲۶۴، كتاب الصلاة،باب الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم وفضلها)

ترجمہ: اور زرقانی نے فرمایا کہ ظاہر یہ ہے کہ قریب ہونے سے مراد، قبر کے اس طرح قریب ہونا ہے کہ اس پر عرف کے اعتبار سے یہ بات صادق آ جائے کہ وہ شخص، قبر کے قریب ہے، اوراس کے علاوہ کو دور ہونے سے تعبیر کیا جائے گا، اگر چہ وہ مسجدِ نبوی میں کیوں نہ ہو، زرقانی کی بات ختم ہوئی۔

اور جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ بند کر دیا گیا، جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدفن ہے، اور قبر کے گرد، دو اونچی دیواریں بنادی گئیں، جنہوں نے قبر کو چاروں طرف سے گھیر لیا، پھر قبر کی شمالی جانب سے بھی دو دیواریں بنادی گئیں، تو قبر تک پہنچنا مشکل ہو گیا، پس آج کل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کرنے والے، اتنے فاصلے سے سلام کرتے ہیں کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زندہ ہونے کی حالت میں اتنے فاصلے سے سلام کیا جاتا، تو عادتاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو نہ سنتے، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو کس طرح سنیں گے، اوراس کے سلام کا جواب کیسے دیں گے، اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر میں زندہ تسلیم کیا جائے؟

اور اگر کہا جائے کہ ممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کے بعد آپ کی قوتِ سماعت زیادہ ہوگئی ہو، جس کی وجہ سے آپ اتنی دور سے سن لیتے ہوں۔

تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ اس کی کتابُ اللہ، اور سنتِ رسول اللہ سے کیا دلیل ہے، اوراس غیبی مسئلہ میں صرف امکانِ عقلی سے کچھ ثابت نہیں ہوگا۔ [1]

پھر سوال یہ ہوگا کہ کیا اس فاصلہ کی کوئی حد بندی بھی ہوگی، یا نہیں؟ اگر کوئی حد بندی نہ ہو، تو دور سے سلام کرنے والا، اور قبر کے قریب سلام کرنے والا، دونوں برابر ہوں گے، اور جو قریب سے زیارت کا قائل ہے، اس کے نزدیک یہ قول باطل ہوگا، کیونکہ ان

---

[1] یعنی اگر کتاب وسنت سے معتبر دلیل ہو، تو اس کو قبول وتسلیم کیے بغیر چارہ نہ ہوگا، لیکن ایسی کوئی صریح ومعتبر دلیل موجود نہیں، اور قیاس کو اس میں دخل نہیں۔محمد رضوان

www.idaraghufran.org

حضرات نے قبر کے قریب سلام کو، قبر سے دور سلام پر فضیلت دی ہے، جیسا کہ سبکی اور ابنِ حجر مکی وغیرہ نے۔اور اگر کوئی حد بندی بیان کی جائے، تو اس کے لیے شرعی دلیل سے بیان کرنا ضروری ہوگا، اور شرعی دلیل کہاں سے آئے گی؟(مرعاۃ المفاتیح)

علامہ مبارک پوری کے ساتھ خواہ کسی کو دیگر کتنے ہی مسائل سے اختلاف کیوں نہ ہو، لیکن انہوں نے مذکورہ عبارت میں جو بات بیان کی، اس کی طرف عدل وانصاف کے اصول پسندوں، اور محقق اصحابِ علم حضرات کو توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ (جاری ہے............)

www.idaraghufran.org

مقالات و مضامین — مفتی محمد رضوان

افادات وملفوظات

احمد رضا خانصاب کی تکفیر

(20-ذوالقعدۃ-1444ھ)

حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''حضرت تھانوی نے فرمایا کہ اکابر نے ان (مولوی احمد رضا خان وغیرہ) کی تکفیر نہیں کی، لیکن مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری نے فرمایا کہ میں ان کی تکفیر کرتا ہوں، اس وجہ سے کہ اکابر کے سامنے ان کی وہ چیزیں نہ آئی تھیں، جو موجبِ تکفیر ہیں، اور مولانا موصوف کے سامنے وہ چیزیں آئیں، اس لئے انہوں نے تکفیر کردی'' (ملفوظات فقیہ الامت، جلد دوم، ص۳۲۹، دارالہدیٰ: اردو بازار، کراچی، تاریخِ اشاعت ۲۰۰۵ء)

معلوم ہوا کہ اگر کسی عالم کی تحقیق کسی کی تکفیر کی ہو، اور اس کو کفر والے احتمال پر ہی اطمینان ہو، اور وہ ممکنہ تاویل کا قائل نہ ہو، اور وہ یہ سمجھے کہ دوسرے علماء، کو اس کے کفریہ قول پر اطلاع نہیں ہوئی، تو وہ اس کا موقف ہوگا، لیکن اس کا قول دوسرے پر حجت نہ ہوگا، جیسا کہ اس بنیاد پر بعض حضرات، بریلوی مکتبِ فکر والوں کی تکفیر کرتے ہیں، لیکن دوسرے حضرات اس پر فتویٰ نہیں دیتے، اس لیے تکفیر کرنے والوں کا قول، عدمِ تکفیر کے قائلین پر حجت نہیں ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے خود اور دیگر اکثر اکابرِ دیوبند نے احمد رضا خانصاب کی تکفیر نہیں کی، اگرچہ احمد رضا خانصاب نے اکابرِ دیوبند کی تکفیر کی۔

یہی حکم بعض ایسے دوسرے فرقوں کے بارے میں بھی ہے، جو اہلُ السنۃ والجماعۃ سے خارج ہیں، اور اہلُ الاھواء میں داخل ہیں، اور اُن کی بعض علماء نے تکفیر کردی ہے، لیکن جمہور مجتہدین وفقہاء حضرات نے تکفیر نہیں کی۔

www.idaraghufran.org

لیکن اس اختلاف کو ان حضرات نے باہمی جنگ وجدل کا ذریعہ نہیں بنایا، نہ ہی ایک دوسرے کو اس اختلاف کی وجہ سے مطعون کیا، کیونکہ یہ جہلاء کا شیوہ ہے۔

دو احادیث کی سند کی توضیح

(یکم-محرم الحرام-1445ھ)

ہماری تالیف ’’ٹوپی کی شرعی حیثیت‘‘ طباعت: اپریل 2013ء، کے صفحہ نمبر 18 پر یہ روایت درج کی گئی ہے:

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَتَيۡتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ فِي الشِّتَاءِ فَوَجَدۡتُهُمۡ يُصَلُّوۡنَ فِي الۡبَرَانِسِ وَالۡأَكۡسِيَةِ وَأَيۡدِيۡهِمۡ فِيۡهَا (المعجم الكبير للطبراني،رقم الحديث ١٨٦١، ج١٨ ص٣٣٦،باب الفاء)

ترجمہ: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سردی کے موسم میں حاضر ہوا، تو میں نے ان (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام) کو دیکھا کہ وہ لمبی ٹوپیوں اور چادروں میں نماز پڑھتے تھے، اور ان کے ہاتھ چادروں کے اندر رہتے تھے (طبرانی)

درجِ بالا حدیث کی سند اس طرح ہے:

حدثنا محمود بن محمد الواسطي، ثنا زكريا بن يحيى زحمويه ثنا شريك، عن عاصم بن كليب، عن أبيه، عن خاله، قال :أتيت الخ.

اس روایت کی سند میں ’’عاصم بن کلیب‘‘ اپنے والد ’’کلیب‘‘ سے، جو ’’عن خالہ‘‘ کے ساتھ روایت کرتے ہیں، اس میں ’’خالہ‘‘ سے مراد صحابیِ رسول ’’فلتان بن عاصم‘‘ ہیں، یعنی یہ روایت ’’فلتان بن عاصم رضی اللہ عنہ‘‘ سے مروی ہے، جبکہ ہماری اس تالیف میں تسامح کی بنیاد پر ان صحابی کا نام ’’وائل بن حجر‘‘ تحریر کیا گیا ہے، البتہ اس کے بعد والی روایات میں ’’عاصم بن کلیب‘‘ نے اپنے والد ’’کلیب‘‘ سے، جو روایت کی ہے، وہ دوسرے صحابیِ رسول ’’وائل بن حجر‘‘

www.idaraghufran.org

سے مروی ہے۔

آئندہ ایڈیشن میں ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی اصلاح کردی جائے گی۔

اسی طرح ہماری تالیف ’’نمازِ وتر کے فضائل واحکام‘‘ کے پہلے ایڈیشن میں مندرجہ ذیل عبارت شائع ہوئی ہے:

ابنِ ابی الدنیا، حضرت شجاع بن مخلد سے اور وہ حضرت ہشیم سے اور وہ حضرت یونس بن عبید سے اور وہ حضرت حسن سے اس طرح روایت کرتے ہیں کہ:

كَانُوْا يُصَلُّوْنَ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً، وَالْوِتْرَ ثَلَاثًا (فضائل رمضان لابنِ ابی الدنیا، حدیث نمبر ۴۸، ص۷۸، دار السلف، الریاض -السعودیة)

ترجمہ: (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں) رمضان کے مہینہ میں لوگ بیس رکعات تراویح اور تین رکعات وتر پڑھا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اس روایت کے تمام راوی انتہائی اعلیٰ درجہ کے معتبر اور ثقہ راوی ہیں (نمازِ وتر کے فضائل واحکام، ص۱۲۰، ۱۲۱، مطبوعہ: ادارہ غفران، راولپنڈی، ستمبر 2011)

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ مذکورہ روایت کی سند کے نقل کرنے میں تسامح ہوگیا ہے۔

ابنِ ابی الدنیا کی ’’فضائلِ رمضان‘‘ میں دراصل، آگے پیچھے دو روایات موجود ہیں، مذکورہ روایت کا متن، اگلی روایت میں ہے، اور اس کی سند، تسامحاً پچھلی روایت کی شائع ہوگئی ہے۔

ان دونوں روایات کی سند اور متن درج ذیل ہے:

حَدَّثَنَا شُجَاعُ بْنُ مَخْلَدٍ، قَالَ :ثنا هُشَيْمٌ، قَالَ :أنا يُونُسُ بْنُ عُبَيْدٍ، عَنِ الْحَسَنِ ": أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ جَمَعَ النَّاسَ عَلَى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، فَكَانَ يُصَلِّي بِهِمْ عِشْرِينَ لَيْلَةً مِنَ الشَّهْرِ، وَلَا يَقْنُتُ بِهِمْ إِلَّا فِي النِّصْفِ الثَّانِي، فَإِذَا كَانَتِ الْعَشْرُ الْأَوَاخِرُ تَخَلَّفَ يُصَلِّي فِي بَيْتِهِ، فَكَانُوا يَقُولُونَ :أَبَقَ أُبَيٌّ .

حَدَّثَنَا شُجَاعُ بْنُ مَخْلَدٍ، قَالَ :ثنا هُشَيْمٌ، قَالَ :أنبا عَبْدُ الْمَلِكِ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، قَالَ :كَانُوا يُصَلُّونَ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً، وَالْوِتْرَ ثَلَاثًا (فضائل رمضان، لا بن ابی الدنیا، رقم الروایة، ۴۸، ۴۹)

ان شاء اللہ تعالیٰ، اگلی مرتبہ اس کی بھی اصلاح کردی جائے گی۔

مقالات و مضامین مولانا شعیب احمد

ہر کام دستور کے موافق کرنے کی قرآنی تعلیم

حجِ بیت اللہ زمانۂ جاہلیت میں بھی عربوں کے ہاں ایک عبادت کے طور پر رائج تھا اور مشرکینِ مکہ اپنے طریقے کے مطابق حج کیا کرتے تھے۔ انہوں نے حج میں دیگر خود ساختہ رسموں کے ساتھ ساتھ ایک رسم یہ بھی نکال رکھی تھی کہ حج کا احرام باندھنے کے بعد اگر انہیں کسی حاجت سے گھر واپس جانا پڑتا تو گھر کے داخلی دروازے سے اندر جانے کے بجائے گھر کے پچھلے حصے سے داخل ہوتے، خواہ اس کے لیے انہیں دیوار پھلانگ کر آنا پڑے یا نقب لگانی پڑے۔ اس انوکھے اور عجیب فعل کا محرک یہ وہم رہا ہوگا کہ جس دروازے سے گناہوں کا بوجھ لاد کر نکلے ہیں اسی دروازے سے احرام کی حالت میں داخل ہونا تقویٰ کے خلاف ہے۔ یعنی وہ اس فعل کو اپنے تئیں بڑی نیکی اور بیت اللہ کا ادب واحترام سمجھتے تھے۔ اسلام نے اس فضول اور لایعنی رسم کو ختم کیا اور بتایا یہ فعل خدا کی نظر میں نیکی کی حیثیت نہیں رکھتا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

”وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى وَأْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ أَبْوَابِهَا“ (سورة البقرة، رقم الآية: ١٨٩)

”اور یہ کوئی نیکی نہیں کہ تم گھروں میں اُن کی پشت سے داخل ہو، بلکہ نیکی تو یہ ہے کہ انسان تقویٰ اختیار کرے، سو گھروں میں اُن کے دروازوں سے آیا کرو“ (بقرہ)

اس آیتِ کریمہ میں مؤخرالذکر یہ چار الفاظ ”وَأْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ أَبْوَابِهَا“ یعنی ”گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ“ پوری زندگی کے لیے ایک دستور اور قاعدہ بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ یہ صرف ایک گھر میں دخول کا قاعدہ نہیں بلکہ زندگی کے ہر میدان اور ہر شعبہ کا یہی معاملہ ہے کہ جو اُس کا دروازہ اور مَدخل ہو اسی سے اس میں داخل ہونا چاہیے، اور ہر کام کرنے کا جو دستور اور قاعدہ دنیا میں متعارف ہو اسی کے مطابق اس کام کو سرانجام دینا چاہیے۔

اگر کوئی شخص ایک پیشہ یا ہنر سیکھنا چاہے لیکن اس پیشہ کے آداب کا لحاظ نہ کرے، اس ہنر کے ماہرین

www.idaraghufran.org

سے اس کو نہ سیکھے، تدریج کے ساتھ مرحلہ وار اس کو نہ سمجھے، اس پیشہ کے مخصوص اوزار استعمال نہ کرے، حتیٰ کہ ان جیسا یونیفارم استعمال کرنے کوفضول اور لایعنی خیال کرے تو وہ اس پیشہ اور ہنر میں مہارت حاصل نہ کرسکے گا۔بعض اوقات کسی شعبہ میں یونیفارم اور وردی بھی ضروری ہوتی ہے، ڈاکٹروں کا ایک مخصوص لباس ہوتا ہے،فوجیوں کا الگ یونیفارم ہوتا ہے،کھلاڑیوں کی اپنی وردی ہوتی ہے،غرضیکہ ہرشعبہ کا لباس بھی بعض اوقات مختص ہوتا ہے اور اُس شعبہ اور پیشہ میں مہارت و کامیابی کے لیےاس وردی اور یونیفارم کا استعمال بھی لازم ہوتا ہے۔

پھراسی طرح کوئی شخص اگرعلم حاصل کرنا چاہے لیکن حروفِ تہجی اور ایلفا بیٹ پڑھنے کوحقیر سمجھے کہ کون ا،ب،ت،ج اور"A,B,C,D" کا بکھیڑا مول لے، میں تو براہ راست بڑی کتابوں سے استفادہ کرنا شروع کروں گا تو ایسا شخص خواہ کتنا ہی ذہین وفطین کیوں نہ ہوں اگر وہ حروفِ تہجی نہیں جانتا تو اس کو پڑھنا لکھنا کبھی نہ آسکے گا۔ بڑے بڑے اصحابِ علم،فلاسفر اور سائنسدانوں نے حروفِ تہجی پڑھنے سے ہی اپنے علمی سفر کا آغاز کیا تھا، کیونکہ مبتدی کے لیے علم کے میدان میں داخلہ کا یہی راستہ اور مَدخل ہے۔اگرامام غزالی،مولانا رومی اور امام رازی حروفِ تہجی سے آشنا نہ ہوتے تو احیاءعلوم الدین،مثنوی اورتفسیرِ رازی جیسی مایہ ناز کتب دنیا کو نہ دے پاتے،یا اسی طرح نیوٹن اور آئن سٹائن وغیرہ اگر ایلفا بیٹ سے ناواقف ہوتے تو کبھی سائنسی علوم وایجاد کے میدان میں شہرت نہ کما پاتے، کیونکہ حروفِ تہجی حصولِ علم کا ایک ذریعہ،راستہ اور مَدخل ہے۔اس راستہ اور مَدخل کواپنائے بغیرعلم کا حصول ممکن نہیں۔

پس حاصل اور خلاصہ یہ کہ ہرکام کرنے کے لیے وہی طریقہ اختیار کرنا چاہیے جودستور اور قاعدہ کے مطابق ہو اور دنیا میں رائج ومتعارف ہو،اور کسی کام کوسرانجام دینے کے لیے ایسا طریقہ اختیار کرنے سے بچنا چاہیے کہ جو دنیا کی نظر میں انوکھا ہو، دیکھنے والے کوعجیب محسوس ہو اور اس طریقہ کے مطابق کام کرنے والا فرد عجوبہ دکھائی دے۔ ہرکام کا جو قاعدہ،طریقہ اور دستور دنیا میں رائج ہو، اسی کے مطابق اس کوسرانجام دینا قرآن کی تعلیم ہے اور یہی عقلِ سلیم اور ذوقِ صالح کا بھی تقاضا ہے، نیز کامیابی کا اصول بھی یہی ہے کہ جو کام کرنا ہو، اسے قاعدہ اور دستور کے مطابق سلیقہ سے سرانجام دیا جائے۔

www.idaraghufran.org

علم کے مینار (امت کے علماء وفقہاء: قسط 30) مفتی غلام بلال

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

فقہ مالکی، منہج، تلامذہ، کتب، مختصر تعارف (آٹھواں حصہ)

گزشتہ اقساط میں فقہ مالکی کا مختصر تعارف ومنہج، فقہی اصول، بنیادی مآخذ، اوراس ضمن میں امام مالک رحمہ اللہ کی مختصر سوانح حیات، فقہی ذوق اور امام مالک کے چند کبار تلامذہ واصحاب کا ذکر گزر چکا، لیکن یادرہے کہ جوحضرات امام مالک رحمہ اللہ کے اصحاب وتلامذہ میں شمار ہوتے ہیں، ان سب کو کلی طور پر شمار میں لانا، یاان کے حالات قلم بند کرنا، ایک مشکل کام ہے، اس لیے گزشتہ اقساط میں صرف انہی حضرات کا ذکر کیا گیا کہ جن کا مالکی مسلک کی نشرواشاعت میں حصہ رہاہے، یا پھر جن کی کتب وتالیفات سے اس مسلک کی تدوین وترویج ہوئی، ذیل میں چند مزید ایسے تلامذہ اوراصحاب کا ذکر مختصراً کیا جاتا ہے۔

(9)......یحییٰ بن یحییٰ بن کثیر اللیثی الأندلسی

شیخ ”یحییٰ بن یحییٰ مصمودی “ رحمہ اللہ کا شمار اتباعِ تابعین میں ہوتا ہے، اندلس کے رہنے والے، فقہ مالکی کے مشہور عالم وفاضل، فقیہ اوراونچے درجے کے علماء وبزرگ میں سے شمار کیے جاتے ہیں، ”أبو محمد “ کنیت اور پورا نام ”یحییٰ بن یحییٰ بن کثیر اللیثی “ ہے، البتہ ” یحییٰ اللیثی “ کے نام سے زیادہ مشہور ہوئے۔

اندلس کے شہر قرطبہ کے رہنے والے تھے، اس لیے ”اندلسی قرطبی“ کہلائے، اندلس میں فقہ مالکی کے ناشر وترجمان تھے، منقول ہے کہ اندلس میں ان کے ہم پلہ عالم وفقیہ ملنا مشکل تھا، اسی لیے ” عالم الأندلس فی عصرہ “ کے لقب سے ملقب ہوئے۔

تحصیلِ علم

شیخ یحییٰ اللیثی کی ولادت 152 ہجری میں ہوئی، آپ نے سب سے پہلے قرطبہ ہی میں ”

www.idaraghufran.org

یحییٰ بن مضر الاندلسی ‘‘سے علمی استفادہ کیا،اوراحادیث کی سماعت کی،اور پھرامام مالک کے شاگرد’’زیاد بن عبدالرحمن اللخمی ‘‘سے’’موطأ امام مالک‘‘کامکمل سماع حاصل کیا، اس کے بعدطلبِ علم کے جذبہ سے سرشار ہوکرمدینہ منورہ پہنچے،اس وقت آپ کی عمرصرف اٹھارہ سال تھی،جبکہ بعض کے مطابق 28سال تھی۔

مدینہ منورہ میں اس وقت امام مالک رحمہ اللہ کاعلمی فیض رواں دواں تھا،چنانچہ شیخ یحیٰ مصمودی نے ان سے مؤطا کی سماعت کیا،لیکن اسی دوران امام مالک رحمہ اللہ کا انتقال ہوگیا،اور موطأ کے چند ابواب سماعت سے رہ گئے،جن کوآپ زیاد سے روایت کرتے ہیں،اور بعض کے مطابق یہ ان چند ابواب کی سماعت کسی اوروجہ سے رہ گئی تھی،اورامام مالک کی وفات آپ کی مدینہ منورہ دوسری مرتبہ آمد پر ہوئی۔شیخ یحییٰ اللیثی مصمودی نےتحصیل علم کے لیےاندلس سے دومرتبہ مشرق کا سفرکیا،پہلی مرتبہ موطاء کا سماع حاصل کرنے،اوردوسرے علمی سفرمیں ابن القاسم (جوکہ امام مالک کے اعیان تلامذہ میں شمارہوتے ہیں)سے علمی فیض حاصل کیا۔

شیوخ واساتذہ

شیخ یحیٰ مصمودی کواپنے علمی اسفارمیں امام مالک رحمہ اللہ کے علاوہ جن کبارائمہ وبزرگانِ دین سے استفادہ کاشرف حاصل ہوا،ان میں’’لیث بن سعید،سفیان بن عیینہ،عبداللہ بن وہب،ابنِ قاسم، یحیٰ بن مضر،زیاد بن عبدالرحمٰن،قاسم بن عبداللہ العمری اورانس بن عیاض جیسے ائمہ کبارشامل ہیں، اورآپ سے علمی استفادہ کرنے والوں کی تعداد میں خلقِ عظیم شامل ہے۔

(الدیباج المذھب، لابن فرحون، ج۲، ص ۳۵۲ حرف الیاء، تحت الترجمۃ: یحیی بن یحیی بن کثیر)

علم وفضل،فقہ وافتاء

تحصیلِ علم کے لیے جس محنت ولگن،اور ذوق وشوق کی ضرورت ہوتی ہے،وہ آپ میں بدرجہ اتم موجودتھی،چنانچہ جب آپ امام مالک رحمہ اللہ کی خدمت میں سماعِ مؤطا کے لیے حاضرہوئے،تو دنیاومافیہا سے مکمل طور پرلاتعلق ہوکرکلی توجہ سماعِ حدیث وفقہ پرصَرف کی،چنانچہ بیان کیاجاتا ہے کہ ایک دفعہ دورانِ درس شہرمیں ہاتھی کے آنے کاشور مچ گیا،تمام شرکائے درس ہاتھی دیکھنے چلے

www.idaraghufran.org

گئے، لیکن آپ اپنی جگہ سے ہلے تک نہیں، اس پر امام مالک نے تعجب سے دریافت کیا کہ اندلس میں تو ہاتھی ہوتا نہیں، پھر تم کیوں نہیں گئے؟ اس پر آپ نے جو جواب دیا، وہ ہر عہد و زمان میں علم کے متلاشیوں کے لیے دلیلِ راہ بنانے کے لائق ہے، فرمایا ’’**إنما جئت من بلدی لنظر إلیک و أتعلم من هدیک وعلمک، ولم أجیء لأنظر إلی الفیل** ‘‘ کہ میں یہاں اتنی دور سے صرف آپ کی صحبت سے فیض اٹھانے، اور آپ کے علم وسیرت سے کچھ حاصل کرنے آیا ہوں، اور اس لیے نہیں آیا کہ ہاتھی دیکھوں‘‘۔ چنانچہ امام مالک آپ کا مذکورہ جواب سن کر بہت خوش ہوئے، اور آپ کو اسی وقت ’’**عاقل أهل الأندلس** ‘‘ کا خطاب عطاء فرمایا۔

روایتِ حدیث کے ساتھ ساتھ شیخ یحییٰ مصمودی کو فقہ میں بھی درجہ کمال حاصل تھا، اور یہ تفقہ آپ کی ذاتی صلاحیت ومحنت اور علمی انہماک کے ساتھ ساتھ امام مالک، سفیان بن عیینہ اور دیگر بزرگ ہستیوں کے فیضِ صحبت کا نتیجہ تھا، اندلس میں جس طرح فقہ مالکی کی نشر واشاعت میں ’’اسد بن فرات، ابن حاتم‘‘ اور عبداللہ بن وہب کا حصہ رہا ہے، اسی طرح شیخ یحییٰ مصمودی کی علمی کاوشوں کا بڑا حصہ بھی رہا ہے، چنانچہ حافظ ابنِ حجر آپ کو ’’**و کان فقیها حسن الرأی**‘‘ لکھتے ہیں۔

(تهذیب التهذیب، ج ۱۱، ص ۲۹۹ و ۳۰۰، حرف الیاء)

اور یہ آپ کی غیر معمولی تفقہ ہی کا نتیجہ تھا کہ اہلِ اندلس آپ کے فتوؤں پر پورا پورا اعتماد کرتے تھے، اور اس فن میں ان کی مہارت مسلّم تھی، چنانچہ محققین کا اس بات پر اتفاق ہے جب آپ مختلف ممالک سے تحصیلِ علم کے بعد اندلس واپس آئے، تو مسندِ علم کی صدارت ان کے حصہ میں آئی۔

ابنِ خلکان لکھتے ہیں کہ: بلاشبہ یحییٰ اس حال میں اندلس واپس آئے کہ ان کی ذات علماء و مدرسین کا مرکز ومنتہی بن گئی، یحییٰ ہی کے ذریعہ اندلس میں مالکی مذہب فروغ پذیر ہوا، اور ان سے اتنے لوگوں نے تفقہ حاصل کیا، جن کی تعداد کا شمار ممکن نہیں (وفیات الاعیان، ج ٦، ص ۱۴۳، حرف الیاء)

اور حافظ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ ’’شیخ یحییٰ کثیر علم کے ساتھ اندلس واپس آئے، پس اندلس کے منصب افتاء پر عیسیٰ بن دینار کے بعد وہی فائز تھے، اور عوام وخواص سب آپ ہی کی رائے کی طرف رجوع کرتے تھے‘‘ (الانتقاء، لابن عبدالبر، ص ۵۸ الی ٦۰، تحت الترجمة: یحیی ین یحیی)

(جاری ہے......)

www.idaraghufran.org

تذکرۂ اولیاء حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (قسط 80) مولانا محمد ریحان

اولیاء کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات و حالات اور ہدایات و تعلیمات کا سلسلہ

عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ریاستی گورنروں کی تقرری (قسط 8)

گورنروں کے حقوق:

جیسے گورنروں کے ذمہ عوام اور رعایا کے کچھ حقوق ہیں، ویسے ہی گورنروں کے بھی کچھ حقوق ہیں، جس میں بعض حق تو عوام کے ساتھ وابستہ ہیں، بعض کا تعلق بیت المال سے ہے، اور بعض کچھ انتظامی حیثیت رکھتے ہیں۔ گورنروں کے ان حقوق کا مقصد ہرگز یہ نہیں ہے کہ ان حقوق کے ذریعہ گورنر کو کوئی ذاتی فائدہ پہنچے، بلکہ گورنر کے لیے یہ حقوق اس لیے رکھے گئے ہیں، تاکہ رعایا کو ان کے فرائض اور دیگر کاموں میں مدد مل سکے، اور ریاست ہر لحاظ سے اچھی طرح اپنا کردار ادا کر سکے۔

گورنر کی اطاعت:

عوام اور دیگر ریاست کے اہلکاروں کے ذمہ یہ چیز شریعت نے لازم کی ہے کہ گورنروں کی اطاعت کی جائے، اور اس اطاعت کا حکم خود قرآن مجید نے دیا ہے۔ [1]

اور اس اطاعت کو بھی اللہ تعالیٰ نے مطلق نہیں چھوڑا، بلکہ اس کو جائز کاموں کی اطاعت کے ساتھ مقید کیا ہے۔ اس لیے گورنر اگر کسی معصیت یا ناجائز کام کا حکم دے، تو اس کام میں رعایا پر اس کی اطاعت کرنا واجب نہیں ہے۔ [2]

---

[1] یاأیها الذین آمنوا أطیعوا الله وأطیعوا الرسول وأولی الأمر منكم فإن تنازعتم فی شیء فردوه إلی الله والرسول إن كنتم تؤمنون بالله والیوم الآخر ذلک خیر وأحسن تأویلا (سورة النسآء رقم الآیة ۵۹)

[2] ومنها: ردُّ التابع كلامَ متبوعه، ومقابلتُه، ومخالفتُه، وعدم قبوله، وعدمُ إطاعته فی أمر مشروع — كالرعیة للأمیر، والولدِ لوالدیه، والمملوکِ لسیده، والتلمیذ لأُستاذه، والمرأة لزوجها، والجاهلِ للعالم — . وهذا قبیح جداً، یَستحق به التعزیر، لأن طاعة هؤلاء واجبةٌ علیهم، فمتی أمر السلطان، أو الأمیر أو القاضی بشیء، أو نهی عن شیء من الأشیاء، فإن ترتب علی ذلک الأمر، والنهی، مصلحةٌ للرعیة، فی دینهم، أو

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

گورنروں کے لیے خیرخواہی:

گورنروں کی خیر خواہی کرنا اور ان تک اچھی بات پہنچا دینا بھی ان کے حقوق سے وابستہ ہے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ اے امیر المؤمنین ! اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا بہتر ہے یا اپنے آپ کو محفوظ رکھنا؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص مؤمنوں کے معاملات میں سے کسی معاملہ کا نگران بنے تو اسے چاہیے کہ اللہ کے حقوق کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہ کرے،اور جس کو اس کی طاقت نہ ہو تو وہ اپنی ذات کو محفوظ رکھنے پر اکتفاء کرے اور امراء کی خیر خواہی کرے۔(فصل الخطاب)

گورنر تک درست خبروں کی رسائی:

عوام کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ گورنروں تک صحیح اور درست خبروں کی رسائی کو یقینی بنائیں۔پھر چاہے وہ خبریں عام رعایا سے متعلق ہوں،یا پھر دشمنوں اور دیگر احوال سے متعلق ہوں۔

آج کے دور میں میڈیا اتنا تیز ہے کہ لوگوں کے خبر پہنچانے سے پہلے ہی گورنروں تک خبریں پہنچ جاتی ہیں۔اس لیے آج کے دور میں میڈیا کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ درست اور صحیح خبروں کی تشہیر کرے،اسی طرح سوشل میڈیا پر بھی عوام کی ہی ذمہ داری ہے کہ وہ ہر سنی سنائی اور دیکھی دکھائی چیز کو آگے نہ بھیجا کریں،بلکہ اس خبر کی تصدیق کرنے کے بعد ہی اس کو مناسب انداز میں آگے بھیجنا چاہیے۔

خبریں پہنچانے والے اسی طبقہ میں ایک طبقہ بیروکریٹس کا بھی آتا ہے،جو ایک طرح سے وزیر اعظم یا حکومت کے مشیر ہوتے ہیں،یہ بھی بسا اوقات عوام کے مفاد کے برخلاف کسی دوسری طاقت کے ہاتھوں استعمال ہوتے ہوئے،حکومت کے نمائندوں کو غلط خبریں دیکر اور غلط راستے دکھا کر گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں،اس لیے اس کا دنیاوی اور اخروی وبال بھی انہی کے سر ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

دنیاهم، يجب عليهم الطاعة، ولا جوزُ لهم المخالفة .وأنُ لم تترتب المصلحة، وكان ذلك الأمرُ، والنهي، مجردَ هوىً نفسانيٍ، لا باعث له من قِبَل الشرع، كان معصيةً، ولا طاعةَ فى معصية، لأنه لا طاعةَ لمخلوق فى معصية الخالق.(الدرر المباحة فى الحظر والاباحة للنحلاوى ج ا ص ۲۵۲)

www.idaraghufran.org

پیارے بچو! مولانا محمد ریحان

دوست کی پستول

پیارے بچو! ہتھیار جیسے چاقو، بندوق، پستول وغیرہ کا استعمال سیکھنا سنت ہے، اور انسان کی اپنی حفاظت کے لیے بھی ضروری ہے۔ مگر کئی لوگ ہتھیار کو شوق کے طور پر رکھتے ہیں اور شوق شوق میں بنا ادھر اُدھر دیکھے ہوا میں فائرنگ کر دیتے ہیں۔

کچھ دن پہلے بھی کچھ ایسا ہی ہوا۔ حمزہ ایک کالج میں پڑھنے والا نوجوان تھا۔ وہ کالج میں دوسرے سال یعنی سیکنڈ ائیر میں پڑھتا تھا۔ اسے موٹر سائیکل پر اپنے دوستوں کے ساتھ گھومنے پھرنے کا بہت شوق تھا۔ حمزہ راولپنڈی کے ایک پرائیویٹ کالج میں پڑھتا تھا۔ اس کی کلاس میں تقریباً 40 لڑکے پڑھتے تھے، ان چالیس میں سے بیس لڑکوں کا گروپ تھا، جو وقتاً فوقتاً موٹر سائیکلوں پر گھومنے پھرنے جاتے تھے۔ ان کی موٹر سائیکلیں بھی بڑی عجیب تھیں۔ ایسی موٹر سائیکلوں کو وہ لوگ آپس میں گنجی موٹر سائیکلیں کہہ کر پکارتے تھے۔ بنا اشاروں کے، پچھلا مڈگاڈ آدھا، نیم سیلنسر، بنا ٹاپوں کے بہت ہی بھدی معلوم ہوتی تھیں۔

ان کا کالج روالپنڈی کے ایک بڑے مشہور علاقے میں تھا، جہاں قریب ہی سموسے پکوڑوں، چاٹ دہی بھلوں والے بڑے مشہور تھے۔ کالج کا ایک خاص آسمانی رنگ کا دھاری دار یونیفارم تھا۔ کالج کے کمرے بڑے بڑے اور اونچی چھتوں والے تھے، جہاں پرانے زمانے کے طرز پر چھت کے بجائے دیواروں کے اطراف میں تین پروں والے پنکھے نصب تھے۔

ایک دن جب وہ اپنے سارے دوستوں کے ساتھ کالج آیا، تو اس کے ایک دوست علی نے اس سے پوچھا:

''کیا خیال ہے؟ آج کہیں باہر نہ نکلیں؟''

حمزہ کی آج نیند نہیں پوری ہوئی تھی، اس نے نیم کھلی آنکھوں سے جواب دیا:

''کہاں جانا ہے؟''

www.idaraghufran.org

ان کے گروپ میں شعیب بھی تھا، جو ذمہ دار تھا، اور اسے پڑھائی میں دلچسپی تھی۔ اس نے کہا:

''دیکھو یار! پہلے اپنی کلاسیں پوری لو، پھر یہاں سے نکلنا، تم لوگوں نے صحیح تماشہ لگایا ہوا ہے، روزانہ گھر سے کالج کے لیے نکلتے ہو، اور یہاں ایک پیریڈ لے کر غائب ہو جاتے ہو۔''

شعیب کی بات سن کر علی اور حمزہ کو تھوڑا احساس ہوا، اور وہ کلاس کے پیریڈز ختم ہونے تک کالج میں ہی رکے رہے۔ کلاسز ختم ہونے کے بعد دونوں نے اور ان کے ساتھ دس لڑکوں نے اپنی گنجی موٹر سائیکلیں نکالیں، اور ان کی موٹر سائیکلیں کانوں کے پردوں کو چیرتی ہوئی کالج سے باہر نکل گئیں۔

علی موٹر سائیکل چلا رہا تھا، اور حمزہ اس کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ علی کو نہیں پتا تھا کہ آج حمزہ پھر سے اپنے ابو کی پستول لے کر آیا ہے۔ پستول کی میگزین میں پانچ سے چھ گولیاں تھیں۔ جب ایک انڈر پاس کے نیچے پہنچے، تو چلتی ہوئی موٹر سائیکل پر پیچھے بیٹھے ہوئے، حمزہ نے دو گولیاں ہوا میں چلادیں، تیسرے گولی چلانے کے لیے گھوڑا دبایا، تو گولی پھنس گئی۔ حمزہ نے جس ہاتھ میں پستول ہوا میں اٹھائی ہوئی تھی، اس ہاتھ کو نیچے کیا اور بائیں ہاتھ سے پھنسی ہوئی گولی نکالنے کے لیے پستول کو دوبارہ لوڈ کرنے لگا۔ لیکن اب کی بار پھنسی ہوئی گولی اسی حالت میں نکلی اور سیدھی علی کے سر میں جا لگی۔ جیسے ہی گولی علی کے دماغ میں گھسی، تو اس سے موٹر سائیکل بے قابو ہوا اور وہ دونوں زمین پر گر گئے۔

اب حمزہ کو سمجھ آ چکا تھا کہ علی مر چکا ہے، علی بے سدھ زمین پر پڑا تھا، اس کا سر زمین کے ساتھ لگا ہوا تھا، اور سر کے اردگرد خون بہہ کر اس کا حلقہ بنا ہوا تھا۔ حمزہ نے سوچا کہ اب کیسے بچا جائے، کیونکہ اب اسے یہ خطرہ تھا کہ میں پھنس چکا ہوں، پولیس مجھے اٹھا لے گی اور علی کو مارنے کے جرم میں میں گرفتار ہو جاؤں گا۔

حمزہ نے دوبارہ پستول اٹھائی، اور دائیں ہاتھ میں پکڑی پستول کے منہ کو بائیں بازو پر رکھ کر گھوڑا دبا دیا۔ اور پولیس کے پوچھنے پر یہ بیانیہ بنایا کہ ہم پر حملہ ہوا تھا، اور دشمن نے علی اور مجھ پر فائرنگ کی، جس سے علی مارا گیا، اور میں بچ گیا۔

www.idaraghufran.org

بزمِ خواتین　(عورت کا تقدس اور حقوق نسواں کا فریب: قسط69)　مفتی طلحہ مدثر

ملازمت اور تجارت میں خواتین کے اختیارات (چھٹا حصہ)

معزز خواتین! انسان کے مزاج میں موجود کنجوسی اور اور لالچ کا عنصر، مال خرچ کرنے سے روکتا ہے ،جس کی وجہ سے انسان کا نفس آسانی سے اس بات پر رضا مند نہیں ہوتا کہ وہ بغیر کسی بدلے کے اپنا مال خرچ کرے، انسان اللہ کی تخلیق ہے، اسی لئے وہ بہتر جانتا ہے، کہ کونسی تدبیر اور کونسا راستہ اس بری عادت سے نکلنے میں مدد فراہم کرسکتا ہے، اللہ تعالیٰ اور آخرت پر یقین چونکہ اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے، جس کی بدولت مسلمان ثواب اور اللہ کی رضا کی خاطر نفس کی مخالفت کرنے پر آمادہ اور تیار ہو جاتا ہے، اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے صدقہ کا حکم فرمایا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً وَاللَّهُ يَقْبِضُ وَيَبْسُطُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ (سورة بقرة، ٢٤٥)

ترجمہ: کون ہے جو اللہ کو اچھے طریقے پر قرض دے ،تو اللہ اس (قرض) کو اس (شخص) کے لیے کئی گنا بڑھاتا رہے (بقرہ)

مال کی محبت دل سے نکالنے اور خرچ کرنے پر ابھارنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے مختلف مقامات پر یہ بتایا کہ اللہ کی راہ میں خرچ کیا ہوا مال ختم نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ مسلسل اس میں اضافہ فرماتے رہتے ہیں، اور اس کا اجر کئی گنا اضافہ کے بعد عطا کیا جاتا ہے، اللہ کی رضا کی خاطر خرچ کیے گئے اسی طرح کے مال کو کو ہم صدقہ سے تعبیر کرتے ہیں۔

بہت سے لوگ غریب، نادار محتاج، بیوہ، معذور اور ضرورت مند افراد پر خرچ کرنے یا اسی طرح کسی اور کارِ خیر میں مال صرف کرنے کو تو صدقہ سمجھتے ہیں، لیکن اپنے اہل وعیال، بیوی بچوں پر خرچ کرنے کو وہ ایک بوجھ گردانتے ہیں، یا کم از کم بیوی وغیرہ پر خرچ کرنے کو وہ اس طرح کا صدقہ تصور نہیں کرتے ،اپنے گھر والوں خصوصاً بیوی پر خرچ کرنے کے حوالے سے احادیث میں فضائل آئے ہیں اور اس کی ترغیب دی گئی ہے، متعدد احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیوی پر خرچ

www.idaraghufran.org

کرنے کو واضح اور صریح الفاظ میں صدقہ قرار دیا ہے، آگے اسی سلسلے میں چند احادیث وروایات ملاحظہ فرمائیں۔

بیوی پرخرچ کرنے کی فضیلت

مشہور حدیث ہے، کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، اسی لیے اگر کوئی شخص اللہ کی رضا کی خاطر گھر والوں اور بیوی پر خرچ کرے، تو اس کے لیے یہ خرچ کرنا باعثِ اجر ہوگا، چنانچہ حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"إن المسلم إذا أنفق على أهله نفقةوهو يحتسبها كانت له صدقة" (صحيح مسلم ،كتاب الزكاة، باب فضل النفقة والصدقة على الأقربين والزوج والأولاد، والوالدين ولو كانوا مشركين،رقم الحديث٤٨.٢.١٠٠٢)

ترجمہ: جب مسلمان اپنے گھر والوں پر کچھ بھی خرچ کرے اور وہ اِس میں اجر کا طلبگار ہو، تو یہ اس کے لیے صدقہ بن جاتا ہے (مسلم)

مذکورہ حدیث میں اجر کی نیت سے گھر والوں پر خرچ کرنے کو صدقہ بتلایا گیا ہے، اسی طرح کی روایت حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے، حضرت سے سعد سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ولست تنفق نفقة تبتغي بها وجه الله، إلا أجرت بها، حتى اللقمة تجعلها في في امرأتك (صحيح مسلم ،كتاب الوصية ،الوصية بالثلث،رقم الحديث٥.١٦٢٨)

ترجمہ: اور تم جو کچھ بھی اللہ کی رضا کی خاطر خرچ کرتے ہو، اللہ اس پر تمہیں ضرور اجر (اور ثواب) عطا فرمائے گا، یہاں تک کہ اس نوالے پر بھی جو تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتے ہو (مسلم)

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا، کہ اللہ کی رضا کی خاطر بیوی کو کھلائے گئے، نوالے پر بھی انسان اجر و

ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔

بلکہ ایک حدیث میں گھر والوں پر خرچ کی گئی رقم کو دوسرے کارِ خیر میں صدقہ کی گئی رقم سے افضل قرار دیا گیا ہے، چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

دینار أنفقته فی سبیل اللّٰہ، ودینار أنفقته فی رقبة، ودینار تصدقت به، ودینار أنفقته علی أهلک، أفضلها الدینار الذی أنفقته علی أهلک(مسند احمد،رقم الحدیث ۱۰۱۷۴)

ترجمہ: وہ دینار جوتم نے اللہ کے راستہ میں خرچ کیا، اوروہ دینار جوتم نے غلام آزاد کرانے میں خرچ کیا اوروہ دینار جوتم نے صدقہ کیا، اوروہ دینار جوتم نے اپنے گھر والوں پر خرچ کیا، ان تمام میں سے سب سے افضل دینار وہ ہے، جوتم نے اپنے گھر والوں پر خرچ کیا(مسند احمد)

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا، کہ گھر والوں پر خرچ کرنا باقی دوسرے کارِ خیر میں صدقہ وخیرات کرنے سے افضل ہے۔ (جاری ہے...........)

وسوسہ، زبان سے تلفظ یا عمل نہ کرنے تک معاف ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰہَ تَجَاوَزَ لِأُمَّتِیْ مَا حَدَّثَتْ بِہٖ أَنْفُسَہَا، مَا لَمْ یَتَکَلَّمُوْا، أَوْ یَعْمَلُوْا بِہٖ.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ نے میری اُمت سے ان وسوسوں کو معاف کر دیا ہے، جو اپنے آپ سے پیدا ہوتے ہیں، جب تک کہ زبان سے کلام نہ کریں، یا اُن پر عمل نہ کریں۔

(مسلم، حدیث 201 "127"، کتاب الایمان)

اس طرح کی اور بھی کئی احادیثِ نبویہ موجود ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ جو بُرا وسوسہ انسان کے دل میں خود سے پیدا ہو، لیکن انسان اس کا زبان سے تلفظ نہ کرے، اور نہ ہی اس پر عمل کرے، اس وقت تک وہ معاف ہے، خواہ وہ وسوسہ کفر وشرک سے متعلق ہو، یا نبوت و رسالت سے متعلق، یا کسی اور چیز سے متعلق۔

اور مذکورہ حدیث سے زبان کے تلفظ والفاظ اور اس کے استعمال کی اہمیت معلوم ہوتی ہے، اور یہ کہ زبان کا صحیح صحیح استعمال کرنا چاہیے، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ الفاظ وبالِ جان بن جائیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

www.idaraghufran.org

خیر کی بات! ورنہ خاموشی افضل ایمان ہے

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ترجمہ: انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ایمان کے بارے میں سوال کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ افضل ایمان یہ ہے کہ آپ اللہ کے لئے محبت رکھیں اور اللہ کے لئے بُغض رکھیں؛ اور آپ اپنی زبان کو ذکر کے عمل میں مشغول رکھیں؛ حضرت معاذ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! یہ کس طرح ہوگا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس طرح کہ آپ لوگوں کے لئے اُن چیزوں کو پسند کریں، جو اپنی ذات کے لئے پسند کرتے ہیں، اور لوگوں کے لئے اُن چیزوں کو ناپسند کریں، جو اپنی ذات کے لئے ناپسند کرتے ہیں؛ اور یہ کہ آپ خیر کی بات کریں، یا خاموشی اختیار کریں (مسند أحمد، حدیث22132)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زبان سے خیر کی بات کرنا، یا پھر خاموش رہنا، افضل ایمان والے اعمال میں سے ہے۔

آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں زبان اور اس سے سرزد ہونے والے اعمال کی بڑی اہمیت ہے، اور زبان کے ساتھ اچھے اور بُرے اخلاق کا بڑا گہرا تعلق ہے۔ لہٰذا زبان کی حرکات وسکنات اور اس سے سرزَد ہونے والے اچھے اور بُرے اقوال کا علم حاصل کر کے اس کے مطابق عمل کرنا چاہیئے۔

www.idaraghufran.org

رشتہ داروں اور گھر والوں سے حسنِ اخلاق کا خصوصی حکم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِنْ أَكْمَلِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِيْمَانًا، أَحْسَنَهُمْ خُلُقًا، وَأَلْطَفَهُمْ بِأَهْلِهِ.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومنین میں ایمان میں سب سے کامل ومکمل وہ لوگ ہیں، جن کے اخلاق بہتر ہوں، اور وہ اپنے گھر والوں کے ساتھ زیادہ نرمی کا برتاؤ کرنے والے ہوں۔

(مسند احمد، حدیث 24204)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِيْ وَإِذَا مَاتَ صَاحِبُكُمْ فَدَعُوْهُ.

ترجمہ: رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سب سے بہتر لوگ وہ ہیں، جو اپنے گھر والوں کے ساتھ سب سے بہتر (کردار واخلاق والے) ہوں، اور میں اپنے گھر والوں کے ساتھ تم سب سے بہتر (اخلاق کا برتاؤ کرنے والا) ہوں، اور جب تمہارا کوئی ساتھی فوت ہوجائے تو تم اُس (کا بُرائی کے ساتھ تذکرہ کرنے) کو چھوڑ دو (سنن الترمذی، حدیث 3895، ابواب المناقب)

www.idaraghufran.org

پڑوسیوں اور ساتھیوں کے ساتھ حسنِ اخلاق

حضرت ابوشریح خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، اُسے چاہئے کہ وہ اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے، اور جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، اُسے چاہئے کہ وہ اپنے مہمان کی ضیافت (ومہمان نوازی) کرے، اور جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، اُسے چاہئے کہ وہ یا تو خیر کی بات کہے، ورنہ خاموش رہے۔

(مسلم، حدیث 48"77"، کتاب الایمان، باب الحث علی إکرام الجار والضیف......)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا کہ جس کو نرمی کی نعمت عطا کردی گئی، تو اسے دنیا اور آخرت کا بہترین حصہ عطا کردیا گیا، اور (رشتہ داروں کے ساتھ) صلہ رحمی (نیک سلوک وبہتر برتاؤ) اور اچھے اخلاق، اور اچھے پڑوسی، گھروں کو آباد کرتے ہیں، اور عمروں میں اضافہ کرتے ہیں (مسند احمد، حدیث 25259)

مطلب یہ ہے کہ رشتہ داروں سے اچھا برتاؤ اور اچھے اخلاق اور پڑوسی کے ساتھ اچھا برتاؤ ایسے اعمال ہیں کہ اُن کی وجہ سے گھروں اور علاقوں کی رونق وبرکت میں اضافہ ہوتا ہے، اور عمروں میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔

www.idaraghufran.org

آپ کے دینی مسائل کاحل ادارہ

تکفیر بازی ومغالطاتِ سلفی کاجائزہ (قسط10)

اور جہاں تک حافظ ابنِ حجر کی عبارت کے ایک حصہ کا تعلق ہے،تو ان کی اس موقع پر پوری عبارت یہ ہے کہ:

والتشيع محبة علي وتقديمه على الصحابة فمن قدمه على أبي بكر وعمر فهو غال في تشيعه ويطلق عليه رافضي. وإلا فشيعي.
فإن انضاف إلى ذلك السب أو التصريح بالبغض فغال في الرفض (فتح الباری شرح صحيح البخاری، ج ۱ ،ص ۴۵۹،الفصل التاسع فی سياق أسماء من طعن فيه من رجال هذا الكتاب مرتبا لهم على حروف المعجم)

اور متعدد محدثین اور خود حافظ ابنِ حجر ہی نے غالی رافضہ،اور سبِ صحابہ وبغضِ صحابہ کے مرتکب بعض راویوں کی توثیق کی ہے۔

چنانچہ حافظ ابنِ حجر نے''فتحُ الباری'' کی مندرجہ بالا فصل میں اس سے پہلے فرمایا:

عباد بن يعقوب الرواجني الكوفي أبو سعيد رافضي مشهور إلا أنه كان صدوقا وثقة أبو حاتم وقال الحاكم كان بن خزيمة إذا حدث عنه يقول حدثنا الثقة في روايته المتهم في رأيه عباد بن يعقوب .
وقال بن حبان كان رافضيا داعية وقال صالح بن محمد كان يشتم عثمان رضي الله عنه .قلت روى عنه البخاري في كتاب التوحيد حديثا واحدا مقرونا وهو حديث بن مسعود أي العمل أفضل وله عند البخاري طرق أخرى من رواية غيره (فتح الباری شرح صحيح البخاری، ج ۱ ،ص ۴۱۲، الفصل التاسع فی سياق أسماء من طعن فيه من رجال هذا الكتاب مرتبا لهم على حروف المعجم)

اور حافظ ابنِ حجر نے'' تقريبُ التهذيب ''میں فرمایا:

عباد ابن يعقوب الرواجني بتخفيف الواو وبالجيم المكسورة والنون الخفيفة أبو سعيد الكوفي صدوق رافضي حديثه في البخاري مقرون (تقريب التهذيب،ص ۲۹۱،حرف العين)

جبکہ حافظ ابنِ حجر نے جابر جعفی کے بارے میں یحییٰ بن یعلیٰ سے نقل کیا ہے کہ:

سمعت زائدة يقول جابر الجعفي رافضي يشتم أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم(تهذيب التهذيب، ج ۲،ص ۴۶،الیٰ ۴۹،باب الجيم،من اسمه جابان و جابر)

www.idaraghufran.org

اور ''جابر جعفی'' کی سند سے مروی احادیث، ترمذی، ابنِ ماجہ، اور ابوداؤ د وغیرہ میں موجود ہیں۔

اور حافظ ابنِ حجر ہی نے ''لسانُ المیزان'' میں ''مخول بن ابراہیم کوفی'' کو ''رافضی بغیض، صدوق فی نفسه'' کہا ہے، اور ابونعیم کا یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے ''مخول بن ابراہیم کوفی'' کو ایک آدمی کے متعلق یہ کہتے ہوئے سنا کہ یہ آدمی میرے نزدیک ابوبکر وعمر سے بہتر اور افضل ہے، اور ابنِ حبان سے ان کا ثقات میں ذکر ہونا، بیان کیا ہے۔ [1]

نیز حافظ ابنِ حجر نے ''تقریبُ التهذیب'' میں ''تلید بن سلیمان'' کو صاف طور پر ''رافضی'' کہا ہے۔ [2]

محدثین نے ان کو صحابۂ کرام، شیخین اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم پر سب وشتم کا مرتکب بھی قرار دیا ہے۔ [3]

---

[1] مخول بن إبراهيم بن مخول بن راشد النهدى الكوفى.

رافضى بغيض صدوق فى نفسه .روى عن إسرائيل.قال أبو نعيم :سمعته ورأى رجلا من المسودة فقال :هذا عندى أفضل وأخير من أبى بكر وعمر .انتهى.

ذكره العقيلى فى الضعفاء وساق كلام أبى نعيم وفيه :أن أبا نعيم قال :وقف علينا بعض المسودة فرأى مخول أنامله وكان كريه المنظر فتنحيت عنه فقال لى مخول :لم تنحيت عن هذا؟ هذا عندى أخير، أو أفضل فذكره بالشك.

وقال ابن عدى بعد أن أخرج له أحاديث عن إسرائيل :ومخول أكثر روايته عن إسرائيل ,وقد روى عنه ما لم يروه غيره وهو من متشيعى الكوفة .وذكره ابن حبان فى "الثقات "وقال :يروى عنه عبد العزيز بن منيب وأهل بلده(لسان الميزان، ج٨،ص ١٩ ، تحت رقم الترجمة ٧٦٣١،حرف الميم)

[2] تليد بن سليمان بفتح ثم كسر ثم تحتانية ساكنة المحاربى أبو سليمان أو أبو إدريس الكوفى الأعرج رافضى(تقريب التهذيب، ج ا ،ص ١٤٢)

[3] قال المروزى عن أحمد " :كان مذهبه التشيع ولم نر به بأسا "وقال أيضا " :كتبت عنه حديثا كثيرا عن أبى الجحاف "وقال الجوزجانى سمعت أحمد بن حنبل يقول ثنا تليد بن سليمان "هو عندى كان يكذب "وقال ابن معين " :كان ببغداد وقد سمعت منه وليس بشىء "وقال فى موضع آخر " :كذاب كان يشتم عثمان "وكل من شتم عثمان أو طلحة أو واحدا من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم دجال لا يكتب عنه ....وقال ابن عمار "زعموا أنه لا بأس به "وقال أبو داود "رافضى خبيث رجل سوء يشتم أبا بكر وعمر "وقال النسائى " :ضعيف "وقال يعقوب بن سفيان " :رافضى خبيث سمعت عبيد الله بن موسى يقول لابنه محمد :أليس قد قلت لك لا تكتب حديث تليد هذا "وقال صالح بن محمد كان أهل الحديث يسمونه" :بليدا "يعنى بالباء الموحدة "وكان سىء الخلق لا يحتج بحديثه وليس عنده كثير شىء

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

’’تلید بن سلیمان‘‘ کی سند سے مروی احادیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے، اور امام ترمذی نے ان کی ایک حدیث کی تحسین بھی کی ہے۔ [1]

اور ان کی سند سے مروی احادیث کو امام احمد، ابنِ حبان، امام حاکم، امام بزار، ابوعوانہ، امام بیہقی اور امام طبرانی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

اور حضرت مولانا سرفراز صفدر صاحب رحمہ اللہ کی تالیف ’’طائفہ منصورہ‘‘ کی یہ عبارت پیچھے نقل کی جا چکی ہے کہ:

’’ابنِ خراش (المتوفی: ۲۸۳ھ) یہ الحافظ البارع اور الناقد تھے۔ امام ابونعیم فرماتے ہیں کہ میں نے ابنِ خراش سے بڑا حافظِ حدیث نہیں دیکھا، معہٰذا وہ نہ صرف یہ کہ شیعہ تھے، بلکہ رافضی تھے اور انہوں نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے مثالب (یعنی معایب، ناقل) پر کتاب لکھی تھی (تذکرۃ الحفاظ ج ۲، ص ۲۳۰)‘‘

(طائفہ منصورہ ص ۴۱، شیعہ حضرات کے چند محدثین، مکتبہ: صفدریہ، گوجرانوالہ، طبع ہشتم ۲۰۱۰ء)

اس طرح کے متعدد راوی اور بھی ہیں۔

علاوہ ازیں مولانا حبیبُ الرحمان قاسمی صاحب رحمہ اللہ کے مضمون میں یہ تصریح بھی ہے کہ:

فرقۂ شیعہ کا لفظ اپنے اندر عموم رکھتا ہے، اور روافض شیعوں کے ایک خاص گروہ کو کہا جاتا ہے الخ‘‘

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

"وقال ابن عدی" :یتبین علی روایاته أنه ضعیف "روی له الترمذی حدیثا واحدا فی المناقب .قلت :وقال الساجی" :کذاب ,"وقال الحاکم وأبو سعید النقاش " :ردیء المذهب منکر الحدیث روی عن أبی الجحاف أحادیث موضوعة "زاد الحاکم "کذبه جماعة من العلماء "وقال أبو أحمد الحاکم" :لیس بالقوی عندهم "وقال ابن حبان" :کان رافضا یشتم الصحابة "وروی فی فضائل أهل البیت عجائب(تهذیب التهذیب، ج ۱، ص ۵۱۰، تحت رقم الترجمة ۹۴۸)

[1] وقال محمد بن عبد الله بن عمار الموصلی :زعموا إنه لا بأس به.

وقال أبو داود :رافضی خبیث، رجل سوء ، یشتم أبا بکر وعمر.وقال النسائی :ضعیف.

وقال یعقوب بن سفیان :رافضی خبیث....روی له الترمذی :حدیث أبی الجحاف عن عطیة عن أبی سعید: قال النبی صلی الله علیه وسلم :ما من نبی إلا وله وزیران ..الحدیث وقال :حسن غریب(تهذیب الکمال،للمزی، ج ۴، ص ۳۲۳)

www.idaraghufran.org

پس اگر اس بات سے اتفاق کیا جائے، تو اس سے ثابت ہوا کہ ''علی الاطلاق شیعوں کی تکفیر نہیں کی جاسکتی''

جبکہ سلفی صاحب ''علی الاطلاق شیعوں کی تکفیر'' کے مدعی ہیں، جس کی زد میں مفضلہ وزیدیہ بھی آجاتے ہیں، جو آج بھی معتد بہ تعداد میں موجود ہیں۔

لٰہذا یہ فتویٰ سلفی صاحب کے مدعیٰ کے موافق نہیں۔

اس کے بعد مولانا مولانا حبیبُ الرحمان قاسمی صاحب رحمہ اللہ نے دارالعلوم دیوبند وقف کے صدر مفتی مولانا مفتی احمد سعید صاحب رحمہ اللہ کے تحریر کردہ فتوے کی تردید کرتے ہوئے دوسری وجہ کے ضمن میں فرمایا کہ:

> روافض ایک نہیں، بلکہ متعدد ضروریاتِ دین کے منکر ہیں، مثلاً تحریفِ قرآن، قذفِ عائشہ، رجعت، تکفیرِ صحابہ، بداء، یہ وہ عقائد ہیں جن سے ضروریاتِ دین کی نفی ہوتی ہے، اور تمام روافض ان عقائد کے پابند ہیں۔

اس سلسلہ میں ادب کے ساتھ عرض ہے کہ دیگر محققین کو تمام روافض کے مندرجہ بالا عقائد کے پابند ہونے سے بھی اتفاق نہیں۔

علامہ آلوسی (صاحبِ روح المعانی) (المتوفیٰ:1270ھ) اپنی تالیف ''**نهج السلامة، الىٰ مباحث الامامة**'' میں فرمایا:

> ''علماء کا ''اثنا عشریہ'' کے کفر میں اختلاف ہے، ماوراء النہر کے بہت سے علماء نے ان کی تکفیر کی ہے، اور ان کے خون اور اموال اور ان کی عورتوں کی فروج کے مباح ہونے کا حکم لگایا ہے، کیونکہ وہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر سب وشتم کرتے ہیں، خاص طور پر شیخین رضی اللہ عنہما پر، اور صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار کرتے ہیں اور امُّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر اس چیز کی تہمت لگاتے ہیں، جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو بری فرمادیا ہے، اور وہ کلی طور پر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو فرشتوں پر فضیلت دیتے ہیں، اور غیر اولوالعزم رسولوں پر بھی فضیلت دیتے ہیں، اور ان میں سے

www.idaraghufran.org

بعض ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ تمام نبیوں پر، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فضیلت دیتے ہیں، اوراس فضیلت کے سلسلے میں مکڑی کے گھر سے بھی کمزور ترین دلائل سے حجت پکڑتے ہیں، جن کا ان شاء اللہ تعالیٰ ہم رَد ذکر کریں گے، اور یہ قرآن مجید کے زیادتی اور نقصان سے محفوظ ہونے کا انکار کرتے ہیں۔

لیکن دیگر علماء ان کی تکفیر نہیں کرتے، جن کا کہنا یہ ہے کہ صحابی کو سب وشتم کرنا، کفر نہیں ہے، بلکہ فسقِ عظیم ہے، اوراس کے متعلق محققین کی تصریحات موجود ہیں۔

اوران کا کہنا یہ ہے کہ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار بھی کفر نہیں ہے، بلکہ بدعت اور فسق ہے۔

جہاں تک حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پراس تہمت لگانے کا تعلق ہے، جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو بریٔ فرمادیا ہے، تو اس کے کفر میں کوئی شبہ نہیں، کیونکہ اس میں ان آیات کی تکذیب پائی جاتی ہے، جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برائت پر دلالت کرتی ہیں، لیکن اثناعشری اس عقیدے سے بریٔ ہیں، اگرچہ ان کے بارے میں یہ بات مشہور ضرور ہے، البتہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف دوسرے ایسے ہذیانات منسوب کرتے ہیں کہ جو باعثِ کفر نہیں ہیں۔

جہاں تک حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ کی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ، دوسرے نبیوں پر فضیلت دینے کا تعلق ہے، تو اثناعشریہ ہمارے علم کے مطابق اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل نہیں ہیں، البتہ بعض حضرات نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ پر فضیلت کے سلسلے میں توقف اختیار کیا ہے، اور بعض نے مساوات کا دعویٰ کیا ہے، اورفرشتوں پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت بھی ان کے درمیان ہماری معلومات کے مطابق متفق علیہ ہے، اوراس طرح کے اُن کے بہت سے ہذیانات ہیں، لیکن مذکورہ عقائد باعثِ تکفیر نہیں ہیں، چنانچہ بعض کرامیہ بھی ولی کو نبی کا درجہ، یا اس سے بھی اعلیٰ درجہ دینے کے قائل ہیں، لیکن

ان کی تکفیر پر اتفاق نہیں۔

(اور تحریفِ قرآن کی بحث الگ مقام پر درج ہے) بعض افاضل حضرات نے فرمایا کہ اثنا عشریہ کی تکفیر اِن فقہاء کے مذاق پر مبنی ہے، جو مطالبِ ظاہری پر اکتفاء کرتے ہیں، اور ان کی عدمِ تکفیر اُن متکلمین کے مذاق پر مبنی ہے، جو اِس سلسلے میں قواطع اور یقینی چیزوں کا التزام کرتے ہیں، اور میں ان ہی حضرات کے قول کو اختیار کرتا ہوں، جس کی اپنے مقام پر تفصیل مذکور ہے کہ اگر یہ کفر نہ ہو، تو کفر کے قریب تر ہے، اور ہم آپ کے سامنے تکفیر اور عدمِ تکفیر کا اصول پہلے ذکر کر چکے ہیں، جس سے آپ کو غافل نہیں رہنا چاہیے“۔انتہٰی۔ [1]

---

[1] وأختلف العلماء فی إکفار الاثنی عشریة، فکفرّهم معظم علماء ما وراء النهر، وحکم بإباحة دمائهم وأموالهم وفروج نسائهم، حیث أنهم یسبون الصحابة رضی الله تعالی عنهم، لاسیما الشیخین رضی الله تعالی عنهما، وهما السمع والبصر منه علیه الصلاة والسلام، وینکرون صحة خلافة الصدیق رضی الله تعالی عنه، ویقذفون عائشة أم المؤمنین رضی الله تعالی عنها بما برأها الله تعالی منه، ویفضلون بأسرهم علیا کرم الله تعالی وجهه علی الملائکة علیهم السلام، وعلی غیر أولی العزم من المرسلین، ومنهم من یفضله علیهم ما عدا نبینا، ویحتجون علی التفضیل بحجج أوهن من بیت العنکبوت، سنذکرها مع ردها إن شاء الله تعالی، ویجحدون سلامة القرآن من الزیادة والنقص.

ومن العلماء من لم یکفرّهم زاعما أن سب الصحابی لیس بکفر بل فسق عظیم..........

وعلی هذا النحو سبهم والعیاذ بالله تعالی غیرهما من الصحابة رضی الله تعالی عنهم، کمعاویة وعمرو ابن العاص وأم المؤمنین عائشة وطلحة والزبیر رضوان الله تعالی علیهم أجمعین.

وزاعما أیضا ان إنکار خلافة الصدیق رضی الله تعالی عنه لیس بکفر أیضا، بل ابتدع وفسق......

وأما قذف عائشة رضی الله تعالی عنها، بما برأها الله تعالی منه فلا شک فی انه کفر لما فیه من تکذیب الآیات الدالة علی براء تها، لکن الاثنی عشریة بریئون من ذلک وان شاع عنهم، نعم انهم یزعمون أنها أرادت أن تتزوج بعد وفاة رسول الله ، یوم توجهت من مکة إلی البصرة لحرب الأمیر کرم الله تعالی وجهه، بأحد الحواریین طلحة والزبیر رضی الله تعالی عنهما فلم تمکن من ذلک.

وکذا لهم هذیانات أخر فی حقها رضی الله تعالی عنها، ولکنها لا تصل إلی جحد ما علم من الدین بالضرورة علی ما لا یخفی علی المنصف، وذلک مثل زعمهم ان النبی فوض طلاقها بعد وفاته إلی علی کرم الله تعالی وجهه، وانه رضی الله تعالی عنه طلقها یوم الجمل، فخرجت من أمهات المؤمنین، وهو حدیث خرافة، تضحک منه الثکلی.

وأما تفضیل علی کرم الله تعالی وجهه علی الأنبیاء علیهم السلام غیر نبینا وإخوانه من أولی العزم من المرسلین صلی الله تعالی وسلم علیه وعلیهم أجمعین، فهو مما اتفقوا علیه فیما أعلم، کما اتفقوا علی انه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

علامہ آلوسی رحمہ اللہ کے بیٹے نعمان بن محمد آلوسی بغدادی (المتوفیٰ:1317ہجری) نے اپنی تالیف ''الجوابُ الفسیح لما لفقهٔ عبدالمسیح'' میں فرمایا:

وأما ما عليه جمهور علماء الشيعة الإمامية الاثنى عشرية أن القرآن المجيد

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

كرم الله وجهه ليس بأفضل من نبينا عليه الصلاة والسلام.

نعم توقف بعضهم كابن المطهر الحلي وغيره فى تفضيله على من عداه من أولى العزم، وذهب بعض آخر إلى مساواته لهم عليهم السلام، وكذا تفضيله كرم الله تعالى وجهه على الملائكة عليهم السلام متفق عليه فيما بينهم فيما أعلم، ولهم فى ذلك أيضا هذيانات كثيرة.

لكن قصارى (ذلک) كل ما قالوه جحد تفضيل الأنبياء عليهم السلام على من سواهم، وانه لا يبلغ ولى درجة نبى، وجحد تفضيل الملائكة عليهم السلام على من عدا الأنبياء من البشر، وانه لا يبلغ مؤمن تقى غير نبى درجتهم فى الفضل، وليس ما جحدوه مما علم من الدين بالضرورة بل لم يقم عليه قاطع.

وقد قال العلامة الثانى السعد التفتازانى : حكى عن بعض الكرامية إن الولى قد يبلغ درجة النبى بل أعلى، انتهى.

وحيث لم يجمع على تكفير الكرامية علم أن المسألة خلافية، وأن لا قاطع فيها، وقال اللّقانى فى شرحه الأوسط (لجوهرة التوحيد)، قال أبو المظفر السمعانى :اتفقوا على إن العصاة والسوقة من المؤمنين دون الأنبياء والملائكة عليهم السلام، وأمّا المطيعون الصالحون، فاختلفوا فى المفاضلة بينهم وبين الملائكة عليهم السلام على قولين، انتهى.

وقد حكى ابن يونس المالكى هذين القولين اللذين أشار إليهما السمعانى، ثم قال :والأكثر منا على أن المؤمن الطائع أفضل من الملائكة عليهم السلام.

وفى (منهج الأصلين) أيضا متصلا بما مر :وأما الصالحون من البشر من غير الأنبياء عليهم السلام، فأكثر العلماء على تفضيل الملائكة عليهم، وعندنا ان من كان منهم تقيا نقيا موقنا إلى الموت على ذلک، قد يفضل على الملائكة باعتبار المشاق فى عبادته مع ما فيه من الدواعى إلى الشهوة وغيرها، لاسيما من كان خليفة لسيد الأولين والآخرين صلى الله تعالى عليه وعلى آله وصحبه أجمعين، انتهى، انتهى كلام اللقانى.

نعم قال أبو حيان فى تفسيره المسمى (بالبحر) عند الكلام فى قوله تعالى :(وَلَـٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ)، ومن ذهب إلى أن الولى أفضل من النبى فهو زنديق يجب قتله انتهى.

لكن يمكن حمله ولو على بعد على ان المراد من ذهب إلى أن كل ولى صغيرا كان أو كبيرا أفضل من كل نبى من أولى العزم كان أو لا فهو زنديق.

وبالجملة كلتا المسألتين خلافية، ولا قاطع فى نفى أو إيجاب فيهما على ما لا يخفى على المنصف.

وقال بعض الأفاضل :إن تكفير الاثنى عشرية فيما ذهبوا إليه من التفضيل هو مذاق الفقهاء المكتفين فى المطالب بالظواهر، وعدم تكفيرهم فيه هو مذاق المتكلمين الملتزمين للقواطع فى ذلک، وأنا أقول ما ذهبوا إليه مما هو مفصّل فى محله، إن لم يكن كفرا فهو من الكفر أقرب، ونحن قد ذكرنا لک أصلا فى التكفير وعدمه فلا تغفل عنه والله تعالى العاصم(نهج السلامة إلى مباحث الإمامة، المبحث الثانى فى حكم أهل القبلة،الناشر: دار ابن قيم، الرياض، الطبعة الاولىٰ:2018م)

www.idaraghufran.org

محفوظ عن التغییر والتبدیل، والموجود الآن هو الذی انزل علی سید ولد عدنان من غیر زیادة ولا نقصان، واما من زعم منه غیر هذا فقولهٗ مردود، غیر مقبول عندهم ایضا (الجوابُ الفسیح لما لفقهٔ عبدالمسیح، المجلد الثانی، ص ۱۳۴، کلام النصرانی فی کتابة القران بعد موت النبی، الفصل الثانی، مطبوعة: دار البیان العربی بالقاهرة، تاریخِ طبع: 1978ء)

بقیہ امور پر کلام ہم نے دوسری تالیف ’’اہلِ تشیع کی تحقیق وتکفیر‘‘ میں کردیا ہے۔

اس کے بعد مولانا مولانا حبیبُ الرحمان قاسمی صاحب رحمہ اللہ نے دارالعلوم دیوبند وقف کے صدر مفتی مولانا مفتی احمد سعید صاحب رحمہ اللہ کے تحریر کردہ فتوے کی تردید کرتے ہوئے تیسری وجہ، یعنی متعدد احتمالات کفر کے اور ایک احتمال اس کی نفی کا ہونے کی صورت میں کفر کا فتویٰ نہ لگائے جانے کے ضمن میں فرمایا کہ:

’’اس دلیل سے بھی انہیں کچھ فائدہ نہیں پہنچ سکتا، کیونکہ روافض میں قطعی طور پر وجہِ کفر پائی جاتی ہے‘‘۔

اس سلسلہ میں ادب کے ساتھ عرض ہے کہ روافض وخوارج کی عدمِ تکفیر کے ضمن میں ہی فقہاء نے اس دلیل کا بھی ذکر فرمایا ہے، اور اس میں متعدد اقوال وروایات، کفر کی اور ایک قول وروایت عدمِ کفر کی ہونا بھی داخل ہے، اگرچہ وہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو، بلکہ بعض نے اس صورت کے مراد ہونے کو ہی ترجیح دی ہے کہ متعدد وجوہاتِ کفر سے اقوالِ کفر مراد ہیں:

علامہ ابنِ عابدین شامی ’’ردُّ المحتار‘‘ میں ایک مقام پر فرماتے ہیں:

مطلب مهم فی حکم سب الشیخین:

وأقول: علی فرض ثبوت ذلک فی عامة نسخ الجوهرة لا وجه له یظهر، لما قدمناه من قبول توبة من سب الأنبیاء عندنا خلافا للمالکیة والحنابلة، وإذا کان کذلک فلا وجه للقول بعدم قبول توبة من سب الشیخین بل لم یثبت ذلک عن أحد من الأئمة فیما أعلم اهـ ونقله عنه السید أبو السعود الأزهری فی حاشیة الأشباه ط .أقول :نعم نقل فی البزازیة عن الخلاصة أن الرافضی إذا کان یسب الشیخین ویلعنهما فهو کافر، وإن کان یفضل علیا علیهما فهو مبتدع .اهـ.

وهذا لا یستلزم عدم قبول التوبة .علی أن الحکم علیه بالکفر مشکل، لما فی الاختیار اتفق الأئمة علی تضلیل أهل البدع أجمع وتخطئتهم وسب أحد من الصحابة وبغضه لا یکون کفرا، لکن یضلل إلخ .وذکر فی فتح القدیر أن الخوارج الذین یستحلون دماء المسلمین وأموالهم ویکفرون الصحابة حکمهم

www.idaraghufran.org

عـنـد جمهور الفقهاء وأهل الحديث حكم البغاة .وذهب بعض أهل الحديث إلى أنهـم مرتدون. قال ابن المنذر: ولا أعلم أحدا وافق أهل الحديث على تكفيرهم، وهـذا يقتضى نقل إجماع الفقهاء .وذكـر فـى المحيط أن بعض الفقهاء لا يكفر أحـدا من أهل البدع .وبـعـضـهـم يـكـفـرون البعض، وهو من خالف ببدعته دليلا قـطـعيـا ونسبـه إلى أكثر أهل السنة، والنقل الأول أثبت وابن المنذر أعرف بنقل كلام المجتهدين.

نعم يقع فى كلام أهل المذهب تكفير كثير ولكن ليس من كلام الفقهاء الذين هم الـمـجتهدون بل من غيرهم، ولا عبرة بغير الفقهاء ، والمنقول عن المجتهدين ما ذكـرنـا اهـ ومـما يزيد ذلك وضوحا ما صرحوا به فى كتبهم متونا وشروحا من قولهم :ولا تـقبـل شهـادة مـن يـظهر سب السلف وتقبل شهادة أهل الأهواء إلا الـخطابية .وقـال ابـن مـلـك فـى شرح المجمع :وتـرد شهـادة من يظهر سب السـلـف لأنـه يـكـون ظاهر الفسق، وتقبل من أهل الأهواء الجبر والقدر والرفض والخوارج والتشبيه والتعطيل .اهـ

وقـال الـزيـلـعـى أو يـظـهـر سـب الـسـلـف يـعـنـى الـصـالحين منهم وهم الصحابة والتـابـعـون؛ لأن هـذه الأشياء تدل على قصور عقله وقلة مروءته، ومن لم يمتنع عن مثلها لا يمتنع عن الكذب عادة، بخلاف ما لو كان يخفى السب اهـ.

ولـم يـعلل أحد لعدم قبول شهادتهم بالكفر كما ترى، نعم استثنوا الخطابية لأنهم يـرون شهادة الزور لأشياعهم أو للحالف، وكذا نص المحدثون على قبول رواية أهل الأهواء فهذا فيمن يسب عامة الصحابة ويكفرهم بناء على تأويل له فاسد.

فعلم أن ما ذكره فى الخلاصة من أنه كافر قول ضعيف مخالف للمتون والشروح بل هو مخالف لإجماع الفقهاء كما سمعت.

وقد ألف العلامة منلا على القارى رسالة فى الرد على الخلاصة، وبهذا تعلم قطعا أن مـا عـزى إلـى الـجـوهرة من الكفر مع عدم قبول التوبة على فرض وجوده فى الـجـوهـرة بـاطـل لا أصل له ولا يجوز العمل به، وقد مر أنه إذا كان فى المسألة خلاف ولو رواية ضعيفة، فعلى المفتى أن يميل إلى عدم التكفير، فكيف يميل هنا إلـى التكفير المخالف للإجماع فضلا عن ميله إلى قتله وإن تاب، وقد مر أيضا أن الـمـذهـب قبـول توبة ساب الرسول -صـلـى الـلّـه عـليه وسلم -فـكيف ساب الشيخين .والـعـجـب مـن صـاحـب البحر حيث تساهل غاية التساهل فى الإفتاء بقتله مع قوله :وقـد ألـزمت نفسى أن لا أفتى بشىء من ألفاظ التكفير المذكورة فـى كـتـب الـفـتـاوى (ردالـمـحـتـار، ج٤ص ٢٣٦،٢٣٧، كـتـاب الـجـهـاد، بـاب المرتد،مطلب مهم فى حكم سب الشيخين)

بلکہ علامہ شامی نے اس ضمن میں یہ صراحت بھی کی ہے کہ اگر ہمارے حنفیہ کے علاوہ دوسرے مذہب کی بھی کوئی ضعیف روایت ''عدمِ تکفیر'' کی ہو،تو بھی عدمِ تکفیر کو ہی ترجیح دی جائے گی، کیونکہ

www.idaraghufran.org

ثبوتِ تکفیر کے لئے اجماع ضروری ہے۔ [1]

اورملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ اپنے رسالہ ’’شم العوارض‘‘ میں فرماتے ہیں کہ:

ما اشتهر على ألسنة العوام من أن سب الشيخين كفر، فلم أر نقله صريحا ولا روايته ضعيفا ولا حسنا ولا صحيحا، وعلى تقدير ثبوته وتسليم صحته، فلا ينبغى أن يحمل على ظاهره؛ لاحتمال ما تقدم من التأويلات فى كفر تارك الصلاة، إذ لو حمل الأحاديث كلها على الظواهر، لأشكل ضبط القواعد وحفظ النوادر، وحيث يدخل منه الاحتمال لا يصلح الاستدلال، لا سيما فى قتل المسلم وتكفيره، وقد قيل: لو كان تسعة وتسعون دليلا على كفر أحد، ودليل واحد على إسلامه، ينبغى للمفتى أن يعمل بذلك الدليل الواحد؛ لأن خطأه فى خلاصه خير من خطئه فى حده وقصاصه.

لا يقال كيف نسبت قول سب الشيخين كفر إلى العوام، مع أنه مذكور فى بعض كتب الفتاوى لبعض الأعلام، فإنا نقول: لم أر نقله إلا من المجهولين الذين هم فى طريق التحقيق غير مقبولين، فلا يعتبر فى باب الاعتقاد الذى مداره على ما يصح به الاعتماد.

والحاصل: أنه ليس بمنقول عن أحد من أئمتنا المتقدمين كأبى حنيفة وأصحابه، وأما غيرهم فهم رجال ونحن رجال، فلا نقلد قولهم من غير دليل عقلى ونقلى، يؤتى به من طريق ظنى أو قطعى، مع أنه مخالف للأدلة القطعية والظنية المأخوذة من الكتاب والسنة المروية التى تفيد فى العقائد الدينية أو تفيد فى القواعد الفقهية، فإن ما ورد فيها إما ضعيف فى سنده أو مؤول فى مستنده، لئلا يعارض القواعد الشرعية، فإن القول بالتكفير معارض لما نص عليه أبو حنيفة فى (الفقه الأكبر)، موافق لما عليه جمع المتكلمين من أهل القبلة لا يكفر، وعليه الأئمة الثلاثة من مالك والشافعى وأحمد، وسائر أهل العلم المعتمد فى المعتقد .

وقد صرح العلامة التفتازانى فى (شرح العقائد) بأن سب الصحابة بدعة وفسق ، وكذا صرح أبو الشكور السالمى فى (تمهيده) أن سب الصحابة ليس بكفر ....فهذا تحقيق هذه المسألة المشكلة على ما ذكر فى (المواقف)

وأما ما فى كتب العقائد، فمن اعتقد غير هذا فليحذر عقيدته وليتب عن تعصبه وحماقته، ويترك حمية جاهليته، وإلا فيلهث غيظا على حقده وحسده وطغيته، ويدفن فى تربة خباثته ونجاسته ظنيته إلى أن يتبين بطلان مظنته فى ساعة قيامته (يوم تبلى السرائر)فيظهر ضمائر ويتميز الكفر من الإسلام والكبائر من الصغائر.

---

[1] (قوله ولو رواية ضعيفة) قال الخير الرملى :أقول ولو كانت الرواية لغير أهل مذهبنا، ويدل على ذلك اشتراط كون ما يوجب الكفر مجمعا عليه (قوله كما حرره فى البحر) قدمنا عبارته قبيل قوله وشرائط صحتها (قوله وجوه) أى احتمالات لما مر فى عبارة البحر عن التتارخانية أنه لا يكفر بالمحتمل(رد المحتار على الدر المختار، ج۴،ص ۲۳۰، كتاب الجهاد،باب المرتد)

www.idaraghufran.org

ثـم مـن ادعٰـى بـطـلان هـذا البيـان، فـعـلـيه أن يظهر فى ميدان البرهان، إما بتقرير الـلـسـان هو، وإما بتحرير البيان والله المستعان، والحق يعلو ولا يعلى إلا البطلان
(شم العوارض فى ذم الروافض، ص ٣٣ الیٰ ٣٧،حکم سب الصحابة عند الحنفية)

اور''کنزُ الدقائق'' کی شرح''النهرُ الفائق''میں ہے:

لا يـفـتـى بتـكـفـيـر مسـلـم أمكن حمله كلامه على محمل حسن أو كان فى كفره اختـلاف ولـو رواية ضـعـيـفـة فعلى هذا فأكثر ألفاظ التكفير المذكورة لا يفتى بها وقد ألزمت نفسى أن لا أفتى بشىء منها انتهى.
وهـو مـأخـوذ مـما فى (الخلاصة) وغيـرهـا إذا كـان فـى الـمسألة وجوه توجب التـكـفير ووجه واحد لا يوجبه فعلى المفتى أن يميل إلى عدم التكفير انتهى، غير أنـه يـجـوز أن يـراد بـالـوجـوه الأقـوال والاحتـمـالات.لكن يؤيد الأول مـا فى (الصغرى) الـكـفـر شـىء عظيم فلا أجعل المؤمن كافرا متى وجدت رواية أنه لا يكفر (النهر الفائق شرح كنز الدقائق، ج٣،ص ٢٥٢ ،كتاب الجهاد،باب المرتدين)

علامہ آلوسی (صاحبِ روح المعانی) (المتوفیٰ: 1270ھ) نے اپنی تالیف''نهـج السـلامة، الىٰ مباحث الامامة''میں فرمایا:

إذا كـان فـى الـمسـألة تسـعة وتسعون قولا بالتكفير، وقول واحد بعدم التكفير، يـفتى بعدم التكفير (نهـج السـلامة إلـى مباحث الإمامة، المبحث الثانى فى حكم أهل الـقـبـلـة،حـكـم التـكـفـيـر عـنـد الـعـلـماء وحكم من سب الصحابة ،الناشر: دار ابن قيم، الرياض، الطبعة الاولىٰ: 2018م .)

ترجمہ: جہاں جب کسی مسئلہ میں ننانوے اقوال کفر کے ہوں، اور ایک قول عدمِ کفر کا ہو، تو عدمِ کفر پر فتویٰ دیا جائے گا (نہج السلامۃ)

اور علامہ ابنِ حجر عسقلانی''صحیح بخاری'' کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

وأمـا البـدعة فـالموصوف بها أما أن يكون ممن يكفر بها أو يفسق فالمكفر بها لا بـد أن يـكـون ذلـک التكفير متفقا عليه من قواعد جميع الأئمة (فتح البارى شرح صـحـيـح الـبـخارى، ج ١،ص ٣٨٥،الفصل التاسع فى سياق أسماء من طعن فيه من رجال هذا الكتاب مرتبا لهم على حروف المعجم)

اور علامہ عبدالحیئ لکھنوی رحمہ اللہ، اپنے رسالہ'' احكام القنطرة''میں فرماتے ہیں کہ:

وإنى أتعجب من أرباب الفتاوى، كيف لا يحتاطون فى أمر التكفير، مع قولهم من كـان فـى كـلامـه مـئة إلا واحـد مـحـمـلا يـوجـب تـكـفيره لا يكفر، وقد التزم صـاحـب"البحر الرائق"أن لا يفتى بشىء من ألفاظ التكفير المنقولة فى الفتاوى، إلا أنه خرج عن التزامه ونسى ما قدمت يداه فى بعض المسائل.
كـمسـألة تـكـفـيـر الـروافض، فإنه مال إلى تكفيرهم، بقولهم سب الشيخين كفر

www.idaraghufran.org

وأمثاله، ولم يفهم أن هذه الأمور التي صدرت عنهم إنما هي لشبهة عرضت لهم فتكون مانعة من التكفير، كما حققه ابن الهمام في ’’تحرير الأصول‘‘ وغيره.
وقد التزمت أنا بعون الله تعالى أن لا أفتي بشيء من ألفاظ التكفير المنقولة في الفتاوى في موضع من المواضع إن شاء الله تعالى .ولولا أنه يجوز حمل كلامهم على التهديد والتشديد، وهو لكلامهم محمل سديد، لكان إطلاق الفقهاء عليهم غير سديد، فإن الفقيه من يتدبر ويتفكر لا من يمشي على الظاهر ولا يتدبر (إحكام القنطرة في أحكام البسملة،ص ۷۹، الباب الثاني في نبذ من أحكام البسملة ، مشمولة : مجموعة رسائل اللكنوي، المجلد الاول، صفحه ۱۱۱)

معلوم ہوا کہ جس طرح کفر کے مختلف احتمالات میں سے ایک وجہ عدمِ کفر کی ہونے کی صورت میں عدمِ کفر کو ترجیح حاصل ہوا کرتی ہے،اسی طرح، بلکہ اس سے بدرجہ اولیٰ طریقہ پر کسی کے کفر کے متعدد اقوال میں سے ایک قول عدمِ کفر کا ہونے کی صورت میں بھی عدمِ کفر کو ترجیح حاصل ہوا کرتی ہے۔

اور جن حضرات نے پہلی وجہ کی تشریح وتوضیح بیان کی ہے،اس سے دوسری صورت کی نفی لازم نہیں آتی۔

اور جب روافض کی عدمِ تکفیر کا قول جمہور کا ہے،تو اس قول اور وجہ کی ترجیح کیونکر نہ ہوگی۔

غرضیکہ امداد الفتاویٰ کی جس عبارت سے استدلال کیا گیا ہے،اس میں کفر کے مختلف احتمالات میں سے ایک وجہ عدمِ کفر کی ہونے کی صورت میں عدمِ کفر کی ترجیح حاصل ہونے کی توضیح مقصود ہے، جہاں تک دوسری صورت کا تعلق ہے،یعنی کسی کے کفر کے متعدد اقوال وروایات میں سے ایک قول وروایت عدمِ کفر کی ہونا،تو اس سے یہ عبارات ساکت ہیں،اور اس صورت میں عدمِ کفر کی ترجیح حاصل ہونے پر فقہاء کی دوسری عبارات ناطق ہیں۔

فلہٰذا اس قسم کی عبارات سے دوسری صورت میں عدمِ کفر کی نفی سمجھ لینا درست نہیں۔

اور بعض وجوہاتِ تکفیر کو جملہ روافض میں قطعی طور پر موثر سمجھ لینے کے دعوے سے بھی اتفاق ممکن نہیں۔

اس کے بعد مولانا حبیبُ الرحمان قاسمی صاحب رحمہ اللہ نے دارالعلوم دیوبند وقف کے صدر مفتی مولانا مفتی احمد سعید صاحب رحمہ اللہ کے تحریر کردہ فتوے کی تردید کرتے ہوئے چوتھی وجہ کے ضمن میں فرمایا کہ:

حدیث کی کتابیں جو صحاحِ ستہ کے نام سے موسوم ہیں الخ، یہ استدلال بھی مغالطہ پر مبنی ہے، بخاری میں حسبِ تصریح حافظ ابنِ حجر تقریباً ۱۸ یا ۱۹ راوی ایسے ہیں جن پر تشیع کا الزام ہے، رافضی کوئی نہیں ہے،اس لیے بخاری وغیرہ میں اگر شیعہ کی روایت موجود

www.idaraghufran.org

ہے، تو اس سے روافض کی پاک دامنی کیسے ثابت ہو سکتی ہے؟

اس سلسلہ میں ادب کے ساتھ عرض ہے کہ ہم بعض محدثین اور حافظ ابنِ حجر کی بعض تصریحات اس کے برخلاف پہلے نقل کر چکے ہیں، جن میں حافظ ابنِ حجر کی یہ تصریح بھی شامل ہے کہ:

أبو سعيد الكوفي صدوق رافضي حديثه في البخاري مقرون (تقريب التهذيب، ص ۱۹۲، حرف العين)

اور ''عبيدالله بن موسىٰ بن ابى المختار'' کو بھی محدثین نے ''شیعہ، رافضی'' قرار دیا ہے، لیکن اس کے باوجود جلیل القدر محدثین نے ان کی توثیق کی ہے۔

حافظ ابنِ حجر نے ''تهذيبُ التهذيب'' میں ''الزهرة'' کے حوالے سے امام بخاری کا ''عبيدالله بن موسىٰ بن ابى المختار'' سے 27 احادیث کو متعدد مقامات پر روایت کرنے کا ذکر کیا ہے۔ [1]

اور ملا علی قاری نے ''مشكاةُ المصابيح'' کی شرح ''مرقاةُ المفاتيح'' میں فرمایا:

أن رجال الصحيحين قد يوجد فيهم من صرحوا بأنه خارجي أو رافضي (مرقاة المفاتيح، ج۳، ص ۱۲۳۸، كتاب الجنائز، باب البكاء على الميت)

پس صحاحِ ستہ میں متعدد روافض رواۃ کی روایات کے موجود ہونے میں شبہ نہیں۔

مندرجہ بالا حوالہ جات و وجوہات کے پیشِ نظر دار العلوم دیو بند وقف کے صدر مفتی، حضرت مولانا مفتی احمد سعید صاحب رحمہ اللہ کا موقف راجح ہے۔ (جاری ہے............)

---

[1] وفى الزهرة روى عنه البخارى 27 حديثا وروى فى مواضيع غير واحد عنه (تهذيب التهذيب، ج۷، ص ۵۳، تابع حرف العين)

www.idaraghufran.org

(زیرِ طبع، صفحات: 900)

تکفیر بازی ومغالطاتِ سلفی

کا تحقیقی جائزہ

(حصہ اول)

قرآن وسنت اور جمہور سلف کی تعلیمات وعبارات اور حوالہ جات کی روشنی میں

’’تکفیر بازی‘‘ اور اس میں ’’تشدد وتعصب پرستی‘‘ سے متعلق عبدالجبار سلفی صاحب

کی طرف سے، ادارہ غفران کے ایک فتوے ومضمون پر مجلہ حق چار یار میں شائع

کردہ معاندانہ ومتشددانہ اعتراضات ومغالطات، اور الزامات اتہامات کا جائزہ

سلفی صاحب کے مذکورہ غیر شعوری منصفانہ تجزیہ کی علمی حقیقت وحیثیت

سلفی صاحب کے جملہ اہلُ السنة والجماعة سے الگ تھلگ موقف

اور اہلُ الفرقة کے مشابہ ومترادف موقف وانداز ہونے پر کلام

(علمی وتحقیقی رسائل کی جلد 18، پر ماہنامہ ’’حق چار یار‘‘ میں شائع شدہ 10 اقساط کا تحقیقی وتفصیلی جواب)

مؤلف

مفتی محمد رضوان

مطبوعہ

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

www.idaraghufran.org

کیا آپ جانتے ہیں؟ مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

تکرارِ جنازہ وانتقالِ میت کی تحقیق (قسط13)

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ ایک مرتبہ نمازِ جنازہ پڑھے جانے کے بعد، دوبارہ نمازِ جنازہ پڑھنے کی ممانعت کی کوئی صریح، مرفوع، معتبر حدیث موجود نہیں، البتہ اس کی ممانعت کے دلائل فقہی واجتہادی نوعیت کے ہیں، جس سے اس عمل کا منکر ہونا لازم نہیں آتا، اور ان دلائل کے متعلق دوسرے مجتہدین کی طرف سے کلام کی گنجائش موجود ہے، جیسا کہ اجتہادی مسائل کی شان ہوا کرتی ہے۔

''المجموع شرحُ المهذب'' کا حوالہ

امام نووی شافعی (المتوفیٰ:676ھ) نے ''المجموع'' میں فرمایا:

''جب میت کا جنازہ پڑھ لیا جائے، تو تدفین میں جلدی کرنا سنت ہے، اور کسی کا انتظار کرنا، مناسب نہیں، سوائے ولی کے، بشرطیکہ میت میں تغیر پیدا نہ ہو، کیونکہ میت کی حفاظت کی اہمیت، ولی کی حاضری سے زیادہ اہم ہے۔

اور جب نمازِ جنازہ کے بعد کوئی شخص، یا زیادہ اشخاص حاضر ہوں، جنہوں نے نمازِ جنازہ نہیں پڑھا، تو ان کو دوبارہ نمازِ جنازہ پڑھنا جائز ہے، اور ہمارے نزدیک بغیر کسی اختلاف کے یہ دوبارہ جنازہ پڑھنا، فرضِ کفایہ واقع ہوگا، مگر حنفیہ کا کہنا ہے کہ دوبارہ نمازِ جنازہ پڑھنا نفل واقع ہوگا، جو کہ جائز نہیں، دوسری مرتبہ نمازِ جنازہ کے جائز ہونے کی دلیل وہ حدیث ہے، جس کو بخاری، مسلم نے روایت کیا ہے، اور اس میں تدفین کے بعد قبر پر نمازِ جنازہ پڑھنے کا ذکر ہے، اور اس طرح اور بھی بکثرت احادیث ہیں، اور یہ بات معلوم ہے کہ ان مدفون شدہ لوگوں کو کچھ لوگوں نے نمازِ جنازہ پڑھ کر ہی دفن کیا تھا، تاکہ ان کی نمازِ جنازہ پڑھنے کی بناء پر دوسروں سے حرج ساقط ہوجائے، اور یہ گمان کرنا

www.idaraghufran.org

جائز نہیں کہ صحابہ نے نمازِ جنازہ پڑھے بغیر دفن کر دیا تھا، اور حنفیہ کی طرف سے دوسری مرتبہ کی نمازِ جنازہ کو نفل قرار دینا، راجح نہیں، کیونکہ ہمارے نزدیک دوسری مرتبہ کا جنازہ، فرض ہے، نفل ہے ہی نہیں۔

بعض اوقات کوئی عمل ابتداءً فرض نہیں ہوتا، پھر جب کوئی اس عمل کو شروع کر دیتا ہے، تو وہ فرض ہوجاتا ہے، جیسا کہ حجِ تطوع شروع کر دینے کے بعد فرض ہوجاتا ہے، یہی حکم واجب میں تخییر کا بھی ہے، جیسا کہ کفارہ کی خصلتوں میں اختیار کا معاملہ ہے۔

چنانچہ اگر پہلی نمازِ جنازہ میں ہزاروں لوگ شامل ہوں، تو سب کی طرف سے یہ جنازہ بالاتفاق فرض واقع ہوتا ہے، جبکہ اس جماعت میں چند افراد، مثلاً چار اشخاص سے بھی فریضہ ادا ہوسکتا تھا، لیکن یہ کوئی بھی نہیں کہتا کہ ان میں سے مثلاً چار مبہم افراد سے تو فرض ساقط ہوا، اور باقی کا نمازِ جنازہ نفل واقع ہوا۔

اور شافعیہ کے محققین کا یہ قول نہیں کہ جب کچھ لوگوں نے نمازِ جنازہ پڑھ لیا، تو باقی ماندہ لوگوں کو دوبارہ پڑھنا ضروری ہوتا ہے، بلکہ ان کے نزدیک حرج ساقط ہوجاتا ہے، لیکن اگر وہ پڑھیں، تو اس کے باوجود وہ فرض ہی واقع ہوتا ہے، جیسا کہ اگر یہ لوگ پہلی جماعت کے ساتھ شامل ہوتے، پس باقی رہنے والے لوگوں سے فرض ساقط ہونے کا مطلب یہی ہے کہ ان سے حرج وگناہ ساقط ہوجاتا ہے۔

اور قبر پر نمازِ جنازہ پڑھنا، کتنے عرصہ بعد تک جائز ہے؟ اس میں ایک قول تین دن بعد تک کا، دوسرا قول ایک ماہ بعد تک کا، تیسرا قول اس وقت تک جب تک میت کا جسم گلا سڑا نہ ہو، اور ایک قول مرنے کے دن تک کا ہے، جس کو بعض نے راجح کہا ہے، جبکہ ایک قول ہمیشہ جائز ہونے کا ہے، لیکن یہ آخری قول ضعیف ترین قول ہے''۔انتھٰی۔

(ملاحظہ ہو: المجموع شرح المھذب، ج۵، ص ۲۴۵ الیٰ ۲۴۷، باب الصلاة علی المیت)

''روضۃُ الطالبین'' کا حوالہ

نیز امام نووی شافعی نے ''روضۃُ الطالبین'' میں فرمایا:

www.idaraghufran.org

''جب میت کا جنازہ جماعت کے ساتھ پڑھ لیا جائے، پھر کچھ لوگ حاضر ہوں، تو ان کو دوبارہ نمازِ جنازہ، باجماعت، اور تنہاء دونوں طریقوں سے پڑھنا جائز ہے، اور ان کا یہ جنازہ پڑھنا، پہلے لوگوں کی طرح فرض واقع ہوگا، اور صحیح تر قول کے مطابق قبر پر نمازِ جنازہ، جن پر فرض ہے، ان کو فوت ہونے کے دن تک ہی جائز ہے، اس کے بعد جائز نہیں، اور اس میں دوسرے اقوال بھی ہیں، بعض نے ان کو زیادہ صحیح کہا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر کسی قول کے مطابق بھی پڑھنا جائز نہیں، صحیح بات یہی ہے'' ۔انتھٰی ۔(ملاحظہ ہو: روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین، ج ۲،ص ۱۳۰، کتاب الجنائز)

علامہ جلال الدین سیوطی کا حوالہ

علامہ جلال الدین سیوطی شافعی (المتوفیٰ: 911ھ) نے''الفوائد الممتازۃ فی صلاۃ الجنازۃ'' کے نام سے ایک رسالہ تالیف کیا ہے، جس میں ان سے یہ سوال کیا گیا تھا کہ جب ایک مرتبہ نمازِ جنازہ پڑھی جا چکی، پھر کوئی شخص حاضر ہوا، اور اس نے نمازِ جنازہ پڑھی، تو یہ دوسری مرتبہ کی نمازِ جنازہ فرض واقع ہوگی، یا نفل واقع ہوگی؟ علامہ سیوطی نے اس کے جواب میں شافعیہ کے مختلف حوالہ جات کی روشنی میں یہ ثابت کیا کہ دوسری مرتبہ کی نمازِ جنازہ بھی فرض واقع ہوگی، اور پھر اس کی وجہ بھی تفصیل کے ساتھ بیان کی، یہ رسالہ ان کے''الحاوی للفتاویٰ'' نامی کتاب میں شائع ہوا ہے، جو اہلِ علم حضرات ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

(ملاحظہ ہو: الحاوی للفتاوی، ج ۱، ص ۹۶، الفوائد الممتازۃ فی صلاۃ الجنازۃ)

''المغنی لا بنِ قدامۃ'' کا حوالہ

علامہ ابنِ قدامہ حنبلی (المتوفیٰ: 620ھ) نے اپنی مشہور تالیف''المغنی'' میں فرمایا کہ:

''جس سے نمازِ جنازہ رہ گیا (اور میت کی تدفین ہوگئی) تو وہ قبر پر نمازِ جنازہ پڑھ سکتا ہے، اور تدفین سے پہلے بھی پڑھ سکتا ہے، بشرطیکہ فوت ہوئے ایک ماہ نہ ہوا ہو، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ودیگر اکثر اہلِ علم کا یہی قول ہے، ابو موسیٰ، ابنِ عمر اور عائشہ رضی اللہ عنہم سے یہی مروی ہے، اور اسی کی طرف امام اوزاعی، اور امام شافعی گئے ہیں۔

اور امام نخعی، اور ثوری، اور امام مالک، اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک دوبارہ نمازِ جنازہ نہیں پڑھا جائے گا، سوائے ولی کے، جبکہ وہ پہلے جنازہ کے وقت موجود نہ ہو، اور ان کے نزدیک قبر پر بھی اسی صورت میں دوبارہ پڑھا جاسکتا ہے۔

البتہ جو شخص جنازہ پہلے پڑھ چکا، اس کو حنابلہ کے نزدیک دوبارہ پڑھنا سنت نہیں، اور نہ ہی باقی رہ جانے والوں کے انتظار میں جنازہ کو تدفین سے روک کر رکھا جائے گا،، بلکہ جلدی تدفین کی جائے گی، البتہ اگر ولی ہو، تو اس کے انتظار میں اس وقت تک رکھا جائے گا، جب تک میت میں تغیر پیدا نہ ہو، اور دفن کے بعد دوبارہ جنازہ پڑھنے میں حرج نہیں، خواہ جماعت سے پڑھا جائے، یا بغیر جماعت کے، اس کا متعدد صحابہ سے ثبوت ملتا ہے، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر نمازِ جنازہ پڑھنا جائز نہیں، خواہ شروع سے حکمت ومصلحت کی بناء پر، یا اس وجہ سے کہ ایک ماہ کا عرصہ گزر چکا ہے، اور ایک ماہ کے بعد جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہوتا''۔انتہیٰ۔

(ملاحظہ ہو: المغنی لابن قدامة، ج ۲، ص ۳۸۲، کتاب الجنائز، مسألة من فاتته الصلاة علی المیت صلی علی القبر)

''الکافی فی فقہِ الامام احمد'' کا حوالہ

علامہ ابنِ قدامہ حنبلی نے اپنی دوسری تالیف ''الکافی فی فقہ الامام احمد'' میں فرمایا کہ:

''نمازِ جنازہ پڑھنے کے بعد تدفین میں جلدی کی جائے، اور جو لوگ حاضر نہ ہوسکیں، ان کا انتظار نہ کیا جائے، البتہ ولی کا اس وقت تک انتظار کیا جائے گا، جب تک میت میں تغیر پیدا نہ ہو، اور اگر جنازہ پڑھ چکنے کے بعد کوئی شخص حاضر ہو، تو اس کو دوبارہ نمازِ جنازہ تنہا، اور جماعت کے ساتھ پڑھنے میں امام احمد کے نزدیک حرج نہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد صحابہ سے اس کا ثبوت موجود ہے۔

اور جو شخص ایک مرتبہ جنازہ پڑھ چکا، اسے دوبارہ نمازِ جنازہ پڑھنا مستحب نہیں۔

اور جس سے جنازہ فوت ہوگیا، اسے تدفین کے ایک ماہ بعد تک قبر پر نمازِ جنازہ پڑھنا جائز ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس عرصہ کے بعد جنازہ پڑھنا ثابت نہیں۔''

انتہیٰ۔(ملاحظہ ہو: الکافی فی فقہ الإمام المبجل أحمد بن حنبل، ج ۱، ص ۲۶۴، کتاب الجنائز) (جاری ہے......)

عبرت کدہ　　حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام: قسط 91　　مولانا طارق محمود

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ﴾

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

بنی اسرائیل اور جبلِ طور

جب یہ ستر سردار، دوبارہ زندگی پاکر، بنی اسرائیل کی جانب واپس ہوئے، تو انہوں نے بنی اسرائیل کو مکمل واقعہ سنایا، اور بتایا کہ حضرت موسیٰ جو کچھ کہتے ہیں، وہ حق ہے، اور بے شک وہ اللہ کے رسول ہیں۔

اب اس بات کا تقاضا تو یہ تھا کہ بنی اسرائیل، اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے، اور اس کے فضل وکرم کے پیشِ نظر فرمانبرداری کا مظاہرہ کرتے، مگر انہوں نے اپنی فطری کج روی کی وجہ سے ان ستر سرداروں کی تصدیق کے باوجود تورات کو قبول کرنے میں پس وپیش شروع کردی، اور حضرت موسیٰ کے ارشادات پر کان نہ دھرا۔

جب حضرت موسیٰ نے یہ دیکھا، تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رجوع کرتے ہوئے قوم کی اس کٹ حجتی کا گلہ کیا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم ہوا کہ ان نافرمانوں کے لیے میں آپ کو ایک معجزہ (حجت) عطاء کرتا ہوں، اور وہ یہ ہے کہ جس طور پہاڑ پر آپ مجھ سے ہم کلام ہوتے رہتے ہیں، اور جس پر آپ کی قوم کے ستر سرداروں نے حق کا مشاہدہ کیا، اسی پہاڑ کو میں حکم دیتا ہوں کہ وہ اپنی جگہ سے حرکت کرے، اور سائبان کی طرح بنی اسرائیل کے سروں پر چھا جائے۔

چنانچہ جوں ہی اللہ تعالیٰ کا یہ تکوینی فیصلہ ہوا، تو طور پہاڑ ان کے سروں پر سائبان کی طرح نظر آنے لگا، اور ایسا لگتا تھا کہ وہ ان کے اوپر گرجائے گا۔

بنی اسرائیل نے جب یہ معجزہ دیکھا، تو ''تورات'' کی جانب متوجہ ہوئے، اور حضرت موسیٰ کے سامنے تورات کے احکامات کی تعمیل کا اقرار دیا، چنانچہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے بنی اسرائیل کو حکم ہوا کہ اے بنی اسرائیل! ہم نے جو کچھ تم کو دیا ہے، اس کو مضبوطی کے ساتھ پکڑلو، اور

www.idaraghufran.org

اور جو احکامات اس تورات میں درج ہیں، ان کی تعمیل کرو، تاکہ تم پرہیزگار اور متقی بن سکو۔ [1]

سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاِذْاَخَـذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ. خُذُوْا مَآاٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (سورة البقرة، رقم الآية ٦٣)

یعنی ''اور جب ہم نے تم سے اقرار لیا، اور ہم نے تمہارے اوپر بلند کردیا طور (پہاڑ) کو (اور ہم نے اس وقت کہا کہ) قبول کرو جو کتاب ہم نے تم کو دی مضبوطی کے ساتھ اور یاد رکھو جو کچھ اس (کتاب) میں ہے، تاکہ تم ڈرو''۔

اور سورہ بقرہ میں ہی کچھ آگے چل کر ارشاد ہے کہ:

وَاِذْ اَخَـذْنَـا مِيْثَـاقَـكُـمْ وَرَفَـعْـنَـا فَـوْقَـكُـمُ الطُّوْرَ. خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْـمَعُوْا. قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا . وَاُشْرِبُوْا فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ. قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ(سورة البقرة، رقم الآية ٩٣)

یعنی ''اور جب ہم نے لیا تم سے پختہ عہد اور بلند کردیا تمہارے اوپر طور (پہاڑ) کو کہ جو (احکام) ہم تم کو دیتے ہیں، ان کو مضبوطی سے پکڑو، اور سنو۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے سن لیا، اور ہم نے مانا نہیں۔ اور ان کے کفر کی نحوست سے ان کے دلوں میں بچھڑا ابسا ہوا تھا۔ آپ ان سے کہہ دیجئے کہ تمہارا ایمان جن باتوں کا تمہیں حکم دے رہا ہے، وہ بہت بری ہیں، اگر تم مومن ہو''۔

اس آیت میں پچھلے واقعہ کی کچھ تفصیل ہے کہ جب ''طور پہاڑ'' کو ان کے سروں کے اوپر معلق کیا گیا، تو بنی اسرائیل نے کہا کہ تورات کے احکام کو تو ہم نے سن لیا ہے مگر ہم نے مانا نہیں، یعنی ان پر عمل نہیں ہوگا۔

---

[1] وإذ أخـذنـا ميثـاقـكـم بـاتبـاع موسى والعمل بالتورية ورفعنا فوقكم الطور وهو الجبل بالسريانية– قال البغوى وذلک ان اللـه تعـالـى انـزل التـورية على موسى عليه السلام فامر موسى قومه ان يقبلوها ويعملو بـاحـكـامها فابوا ان يقبلوها للاصار والاغلال التى فيها وكانت شريعة ثقيلة فامر الله تعالى جبرئيل فقلع جبلا عـلـى قـدر عسـكرهم وكان فرسخا فى فرسخ فرفعه فوق رئوسهم مقدار قامة الرجل كالظلة وقال لهم ان لم تقبلوا التورية أرسلت هذا الجبل عليكم(التفسير المظهرى، ج ١ ص ٧٨، سورة البقرة)

www.idaraghufran.org

بنی اسرائیل نے نہ ماننے کی یہ بات زبان سے کہی تھی، یا دل سے کہی تھی؟

اس بارے میں بعض مفسرین نے تو فرمایا کہ انہوں نے زبان سے تو یہی کہا تھا کہ ہم نے سن لیا ہے، لیکن ان کے دل میں اس وقت بھی یہی بات تھی کہ ہم اس پر عمل نہیں کریں گے۔

جبکہ بعض مفسرین نے فرمایا کہ انہوں نے سننے اور نہ ماننے کے الفاظ زبان سے ہی کہے تھے۔

اور یہ الفاظ کہتے وقت ان کا خیال یہ تھا کہ کوہِ طور کو ہمارے سروں پر ڈرانے کے لئے معلق کیا گیا ہے، اور حضرت موسیٰ وحضرت ہارون علیہما السلام کی برکت وشفاعت سے یہ پہاڑ ہمارے اوپر گرایا نہیں جائے گا۔

لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ کوہِ طور ان کے سروں کے قریب ہوتا جارہا ہے، تو پھر انہوں نے چاروناچار سجدے میں گر کر توریت کے احکام کو قبول کرنے کے الفاظ کہے اور نافرمانی کے الفاظ نہیں کہے۔ [1]

لیکن جب کوہِ طور کا عذاب ٹل گیا تو پھر وہ منحرف ہوگئے۔ [2]

---

[1] أما قوله تعالى: قالوا سمعنا وعصينا ففيه مسائل:

المسألة الأولى: أن إظلال الجبل لا شک أنه من أعظم المخوفات ومع ذلک فقد أصروا على كفرهم وصرحوا بقولهم سمعنا وعصينا وهذا يدل على أن التخويف وإن عظم لا يوجب الانقياد.

المسألة الثانية: الأكثرون من المفسرين اعترفوا بأنهم قالوا هذا القول، قال أبو مسلم: وجائز أن يكون المعنى سمعوه فتلقوه بالعصيان فعبر عن ذلک بالقول وإن لم يقولوه كقوله تعالى: "أن يقول له كن فيكون" وكقوله: "قالتا أتينا طائعين" والأول أولى لأن صرف الكلام عن ظاهره بغير الدليل لا يجوز (تفسير الرازى، ج۳ص ۶۰۴، سورة البقرة)

وإذ أخذنا ميثاقكم ورفعنا فوقكم الطور وقلنا لهم خذوا ما آتيناكم بقوة واسمعوا يعنى استجيبوا وأطيعوا سميت الطاعة والاستجابة سمعا إطلاقا للسبب على المسبب قالوا سمعنا قولک وعصينا أمرک قال اهل المعانى انهم لم يقولوا هذا بألسنتهم ولكن لما تلقوه بالعصيان نسب ذلک الى القول قلت وهو الظاهر فانهم لو قالوا ذلک لم يرفع عنهم الطور (التفسير المظهرى، ج ا ص ۹۶، سورة البقرة)

وإذ أخذنا ميثاقكم ورفعنا فوقكم الطور خذوا ما آتيناكم بقوة واسمعوا أى استجيبوا وأطيعوا أى فيما أمرتم به قالوا سمعنا يعنى قولک وعصينا يعنى أمرک وقيل إنهم لم يقولوا بألسنتهم، ولكن لما سمعوه وتلقوه تلقوه بالعصيان فنسب ذلک إليهم (تفسير الخازن، ج ا ص ۶۱، سورة البقرة)

[2] أما قوله تعالى: ثم توليتم من بعد ذلک أى ثم أعرضتم عن الميثاق والوفاء به، قال القفال رحمه الله: قد يعلم فى الجملة أنهم بعد قبول التوراة ورفع الطور تولوا عن التوراة بأمور كثيرة، فحرفوا التوراة وتركوا العمل بها وقتلوا الأنبياء وكفروا بهم وعصوا أمرهم ولعل فيها ما اختص به بعضهم دون بعض (تفسير الرازى، ج۳ص ۵۳۹، سورة البقرة)

www.idaraghufran.org

اور سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌ بِهِمْ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (سورة الأعراف، رقم الآية ۱۷۱)

یعنی ''اور جب ہم نے پہاڑ کو ہلا کر ان کے اوپر اٹھایا، جیسے وہ ایک سائبان ہو اور انھوں نے یقین کرلیا کہ بیشک وہ ان پر گرنے والا ہے۔ جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے اسے قوت کے ساتھ پکڑو اور جو کچھ اس میں ہے اسے یاد کرو، تاکہ تم بچ ڈرو''۔

(بسلسلہ اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام) (اضافہ واصلاح شدہ جدید ایڈیشن)

ماہِ صفر اور توہُّم پرستی

قمری واسلامی سال کے دوسرے مہینے ''صفر'' سے متعلق شرعی احکامات، جاہلانہ خیالات، زمانۂ جاہلیت کے توہمات اور نظریات اور ان کا ردّ، موجودہ دور کی سینکڑوں توہّم پرستیاں، اور زمانۂ جاہلیت سے ان کا تعلق۔ اور اس سلسلہ میں اسلامی تعلیمات وہدایات۔

مؤلف: مفتی محمد رضوان

www.idaraghufran.org

طب وصحت حکیم مفتی محمد ناصر

''ذَرِیْرَۃُ''یعنی چرائتہ کے فوائد

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں''ذَرِیْـرَۃُ'' کا ذکر آیا ہے،اہلِ علم نے''ذَرِیْـرَۃُ'' سے چرائتہ مراد لیا ہے،انگریزی میں اسے Chiretta کہتے ہیں۔

احادیث میں''ذَرِیْرَۃُ'' کے مختلف طرح کے استعمال کا بیان آیا ہے۔

چنانچہ حضرت ایاس بن بکیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ بَعْضِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَظُنُّهَا زَيْنَبَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا فَقَالَ: عِنْدَكِ ذَرِيرَةٌ؟ فَقَالَتْ: نَعَمْ، فَدَعَا بِهَا وَوَضَعَهَا عَلَى بَثْرَةٍ بَيْنَ أُصْبُعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ رِجْلِهِ فَقَالَ: اللَّهُمَّ مُطْفِءَ الْكَبِيرِ وَمُكَبِّرَ الصَّغِيرِ أَطْفِهَا عَنِّي فَطُفِئَتْ (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۷۴۶۳، مسند احمد، رقم الحدیث ۲۳۱۴۱) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کسی زوجہ محترمہ جو غالباً زینب رضی اللہ عنہا ہیں، کے یہاں تشریف لے گئے،اوران سے پوچھا کہ کیا آپ کے پاس''ذریرہ'' ہے؟انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں! تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے منگوایا اوراپنے پاؤں کی دو انگلیوں کے درمیان پھنسی (یعنی دانے) پر لگایا، اور یہ دعا کی کہ اے اللہ! بڑے کو بجھانے والے اور چھوٹے کو بڑا کرنے والے، اس دانے کو میرے سے دُور کردے، چنانچہ وہ پھنسی (یعنی دانہ) ٹھیک ہوگیا(حاکم،مسند احمد)

مذکورہ حدیث سے ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ''ذَرِیْرَۃُ''یعنی چرائتہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں کوئی اجنبی اور غیر متعارف چیز نہیں تھی،اسی وجہ سے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے''ذَرِیْـرَۃُ''یعنی چرائتہ کے موجود ہونے کے بارے میں معلوم کیا،تو جواب میں''ذَرِیْرَۃُ''یعنی چرائتہ کی حقیقت

[1] قال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه. وقال الذهبي: صحيح.
وقال شعيب الارنؤوط: إسناده إلى مريم بنت إياس صحيح رجاله ثقات رجال الشيخين

www.idaraghufran.org

معلوم کرنے کا سوال نہیں کیا گیا۔

مذکورہ حدیث سے دوسری بات ''ذَرِيــرَةٌ'' یعنی چرائتہ کا پاؤں کی انگلیوں کے درمیان دانے اور پھنسی پر لگانا معلوم ہوا۔

کلامِ عرب سے ''ذَرِيرَةٌ'' یعنی چرائتہ کی تفصیل یہ معلوم ہوتی ہے کہ چرائتہ کا پودا، جو عموماً ایک فٹ سے دو، تین فٹ تک بڑا ہوتا ہے، اس پودے کو توڑ کر سائے میں خشک کرلیا جائے، اور اس کے بعد اسے بالکل باریک پیس لیا جائے، اس طرح چرائتہ کا پاؤڈر بن جائے گا، یہ پاؤڈر اسی حالت میں یا کسی چیز مثلاً وازلین (Vaseline) میں شامل کرکے دانوں اور پھنسیوں پر لگانا مفید ہے۔

(کذا یفھم من فتح الباری لابن حجر، ج١٠، ص ٣٧١، قوله باب الذريرة)

مذکورہ حدیث سے تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ تدبیر کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعاء کی، جس میں دعاء ہونے کے ساتھ رقیہ کی صورت بھی معلوم ہوتی ہے۔

''ذَرِيرَةٌ'' یعنی چرائتہ کا حدیث میں بطور خوشبو استعمال کرنے کا بھی ذکر آیا ہے۔

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

طَيَّبْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيَّ بِذَرِيرَةٍ فِي حَجَّةِ الوَدَاعِ، لِلْحِلِّ وَالإِحْرَامِ (بخاری، رقم الحدیث ٥٩٣٠)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاتھ سے ''ذَرِيــرَةٌ'' خوشبو حجۃ الوداع میں احرام باندھنے اور کھولنے کے وقت لگائی (بخاری)

مذکورہ حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حج کے موقع پر ''ذَرِيــرَةٌ'' خوشبو استعمال کرنا معلوم ہوا۔

اہلِ علم کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ''ذَرِيــرَةٌ'' کو عام طور پر باریک پیس کر ہی استعمال کیا جاتا ہے، اور چونکہ یہ پسنے کے بعد باریک باریک ذروں کی صورت اختیار کرلیتا ہے، اس لئے اسے ''ذَرِيرَةٌ'' کہا جاتا ہے، قدیم اہلِ عرب اس باریک پاؤڈر نما ''ذَرِيرَةٌ'' میں مختلف عطور اور خوشبو وغیرہ شامل کرکے عطر اور کستوری کے طور پر خوشبو کے لئے ''ذَرِيرَةٌ'' کو استعمال کرتے تھے، مذکورہ حدیث میں بھی ''ذَرِيرَةٌ'' کا بطور خوشبو استعمال کرنے کا ذکر ہے۔

www.idaraghufran.org

اخبارِ ادارہ مفتی محمد ناصر

ادارہ کے شب وروز

□...... 26/ذیقعدہ،اور 4/11/18/25/ذی الحجہ اور 2/محرم الحرام 1445ھ بروز جمعہ متعلقہ مساجد میں وعظ ومسائل کے سلسلے حسبِ معمول ہوئے۔

□...... 28/ذیقعدہ،اور 6/20/27/ذی الحجہ 1444ھ، بروز اتوار مدیر صاحب کی اصلاحی مجالس صبح تقریباً ساڑھے دس بجے ادارہ غفران میں منعقد ہوتی رہیں،البتہ 13/ذی الحجہ کو بوجہ تعطیلات عیدالاضحیٰ،اصلاحی مجلس منعقد نہ ہوئی۔

□...... 9/ذی الحجہ،بروز بدھ سے 25/ذی الحجہ بروز جمعہ تک ادارہ کے تمام تعلیمی شعبہ جات میں عیدُالاضحیٰ کی تعطیلات رہیں،اور 26/ذی الحجہ بروز ہفتہ سے تمام تعلیمی شعبہ جات میں تعلیمی سلسلوں کا آغاز ہوا۔

□...... 10/ذی الحجہ،بروز جمعرات،مسجدِ غفران میں عیدالاضحیٰ 1444ھ کی نماز،صبح 6:00 بجے ادا کی گئی،مسجد بلال(صادق آباد)میں ساڑھے چھ بجے اور مسجد نسیم میں 5:20 پر عیدُالاضحیٰ کی نماز ادا کی گئی۔

گزشتہ سالوں کی طرح امسال بھی ادارہ غفران کے زیرِ انتظام اجتماعی قربانیوں کا انتظام کیا گیا تھا،چنانچہ اجتماعی قربانیوں کے مکمل ذبیحے کا عمل روات کے علاقہ میں قائم ہونے والی ادارہ کی شاخ میں کیا گیا،عید کے پہلے دن تقریباً شام 7 بجے تک 100 جانور ذبح ہوئے،جبکہ عید کے دوسرے دن عصر تک مزید 69 جانور ذبح ہوئے، شرکاء اپنے اپنے حصہ کے مطابق ادارہ سے،اور روات سے اپنے حصوں کا گوشت لے جاتے رہے۔

مجموعی طور پر 169 بڑے جانور اور 15 بکرے ذبح ہوئے۔

افرادِ عملہ اجتماعی قربانیوں کی خدمات سے فراغت پر 12/ذی الحجہ بروز ہفتہ سے 25/ذی الحجہ بروز جمعہ تک کے لئے تعطیلات میں رخصت پر تشریف لے گئے۔

□...... 30/ذی الحجہ بروز بدھ،مولانا عبدالجبار صاحب،اور مولانا احمد صاحب،ابنِ مولانا نور محمد صاحب (ترنڈہ محمد پناہ،ضلع رحیم یار خان)سے اپنے بعض رفقاء کے ساتھ مفتی صاحب مدیر سے ملاقات کے لئے،ادارہ تشریف لائے،مولانا موصوف کے ساتھ علمی مجالست ہوئی،ایک روزہ قیام کے بعد اگلے دن مہمانانِ گرامی تشریف لے گئے۔

□...... تعمیرِ پاکستان سکول میں تعطیلاتِ عیدُالاضحیٰ کے بعد 21/ذی الحجہ (10/جولائی) بروز پیر سے تعمیرِ پاکستان سکول کا دفتر کھلنے،اور سکول کی اکیڈمی میں تعلیمی سلسلہ کا آغاز ہوا۔

www.idaraghufran.org